وہ بلند آواز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”ہر شخص ہر کام میں نہیں اچھا ہو سکتا۔ ذاتی تعلقات ان لوگوں سے بنانے چاہئیں جو کردار اور عادات کے اچھے ہوں مگر' کام' کے لئے ان لوگوں کی مدد لینی چاہیے جو اپنے پروفیشن میں اچھے ہوں۔ وان فاتح اکھڑ ہیں' بے نیاز ہیں اور کسی حد تک لا پرواہ بھی ہیں مگر اپنے پروفیشن میں وہ ''کیئرنگ اور لونگ فیملی مین'' ٹائپ لوگوں سے زیادہ اچھے ہیں۔ سیاستدان کا کام ہوتا ہے قانون بنانا۔ اور عوام کے پیسے کی حفاظت کرنا۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ یہ دونوں کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مجھے سچ بولنا سکھایا ہے' وعدوں پہ عمل کرنا سکھایا ہے۔ میں ان کو ووٹ دینے جا رہی ہوں۔ ابھی بھی پولنگ میں آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ آپ بھی ووٹ دیں کیونکہ یہ آپ کے اپنے لئے ہے۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا موبائل نکالا اور اسکرین کو روشن کرتی آگے بڑھ گئی۔

اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب وہ جیا کے چائے خانے میں کھڑے ہوئے لوگوں کو فاتح کی مدد کے لئے بلا رہی تھی۔ آج وہ جدید ملائیشیاء کی کافی شاپ میں وہی کام کر رہی تھی۔

تو یہ طے تھا کہ ان دونوں نے ساتھ رہنا تھا اور ہمیشہ رہنا تھا۔ کوئی چیز' کوئی سازش' کوئی انسان اب ان کو الگ نہیں کر سکتا تھا۔

مطلوبہ بٹن دبا کے........اپنا ووٹ وان فاتح کے لئے کاسٹ کر کے...وہ ایک دم شانت ہو گئی تھی۔ اس نے برسوں تک اس ملک سے چرایا تھا۔ آج وہ اس ملک کو کچھ دینے جا رہی تھی۔ ایک بہت ملائیشیاء کا خواب بالآخر پورا ہونے جا رہا تھا۔ ایک کھری اور ایماندار حکومت کی طرف پہلا قدم۔

پولنگ ختم ہونے کے گھنٹے بعد رزلٹ آنا تھا اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ تالیہ کی بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جانے کیا ہونے والا تھا؟ وہ واپس اوپر نہیں گئی۔ نیچے مال میں ہی پھرتی رہی۔

گھنٹہ گزرا تو اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے جلدی سے فون سائیلنٹ کر دیا۔ ہار یا جیت' وہ کوئی کال نہیں اٹینڈ کر سکتی تھی۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ لفٹ سے اوپر کی طرف سفر کرنا آج بہت کٹھن لگ رہا تھا۔ بدقت بوجھل قدم اٹھاتی وہ اوپر واپس آئی۔ لفٹ کے دروازے کھلے تو سامنے لابی کا منظر نمایاں ہوا۔

چند کارکن ایک طرف منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ اور چند سامنے ٹولی کی صورت خوشی سے گلے مل رہے تھے۔ اداس کارکن....خوش کارکن....کون فاتح کا تھا؟ کون حاکمی کا تھا؟ وہ کسی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ بس تیزی سے اپنے کانفرنس روم کی طرف بڑھنے لگی۔ ایک قدم.... پانچ قدم....دس قدم....

اندر وہی شور مچا تھا۔ ٹی وی اسکرینز روشن تھیں اور تمام لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ان لوگوں میں گھرے فاتح بن رامزل کو دیکھا اور اسی پل فاتح نے اسے دیکھا تھا۔

وہ مسکرایا اور سر کو خم دیا۔

تالیہ مراد کا سانس تھم گیا۔ سارے شور میں چند آوازیں بے حد نمایاں تھیں۔

''وان فاتح الیکشن جیت گئے۔''

''ساڑھے بارہ ہزار ووٹس کی لیڈ سے ہم الیکشن جیت گئے۔''

''وان فاتح پی این کے نئے چیئر مین ہیں۔''

''وان فاتح اگلے وزیرِ اعظم.....''

وہ ایک دم نڈھال سی ایک کرسی پہ گر گئی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ ایک طویل خوفناک سفر تمام ہوا تھا اور اس سفر کی ریاضتیں رائیگاں نہیں گئی تھیں۔ وہ لوگوں میں گھرا تھا۔ اس کے قریب نہیں آ سکتا تھا مگر تالیہ کے لیے بس اس کی مسکراہٹ ہی کافی تھی۔

اب آرام کا وقت تھا۔

اب خوشی منانے کا وقت تھا۔

☆......☆......☆

ایک ہفتے بعد......

حالم کا بنگلہ صبح کی چمکیلی روشنی میں نہایا کھڑا تھا۔ رات بارش خوب برسی تھی اس لئے گھاس ابھی تک گیلا تھا۔ پراسیکیوٹر صاحب نے سراہتی نظروں سے اس خوبصورت بنگلے کو دیکھا اور پھر گھنٹی پہ ہاتھ رکھ دیا۔

دروازہ چند لمحے بعد ہی کھل گیا۔

باہر آنے والی لڑکی تصویروں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس نے گلابی رنگ کا باجو کرنگ پہنا تھا اور کندھے پہ اسٹول ڈال رکھی تھی۔ سنہرے بال گھنگریالے کر کے چہرے کے ایک طرف پڑے تھے۔ موتیوں کی لڑی گردن سے چپکی تھی اور چہرے پہ ہلکا پھلکا سا میک اپ نظر آتا تھا۔ انگلی میں بیش قیمت سرخ آنسو والی انگوٹھی دمک رہی تھی۔

''آیئے۔ اندر آیئے۔'' وہ خوشدلی سے مسکرا کے کہتی ان کو اندر لے آئی۔

''امید ہے میں نے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا ہوگا۔'' احمد نظام چاروں اطراف کا بغور جائزہ لیتے اس کے پیچھے آئے۔ اندر بڑا سا لاؤنج تھا جس کے ایک طرف زینہ اوپر جاتا دکھائی دے رہا تھا اور دوسری جانب اوپن کچن تھا۔

''ارے نہیں۔ میں بس متجسس ہوں کہ آپ کو مجھ سے ملنے کی نوبت کیوں پیش آئی۔'' وہ خود بڑے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھ گئی تو سامنے بیٹھتے ہوئے احمد نظام نے دیکھا' وہ کہنی صوفے کے ہتھ پہ جمائے انگلی پہ گھنگریالی لٹ لپیٹنے لگی تھی۔ اس کے انداز میں

کچھ شاہانہ سا تھا جو عام لڑکیوں سے مختلف تھا۔

''آپ پبلک پرسنالٹی بنتی جا رہی ہیں' چے تالیہ۔ کچھ سوال میرے ذہن میں اٹھ رہے تھے جن کا جواب دینے کے لئے آپ کو زحمت دینا چاہتا تھا۔''

''تو آپ مجھے بلا لیتے نا۔''

''میں نے آپ کے گھر کی بڑی تعریف سنی تھی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ ماشاءاللہ بہت خوبصورت گھر ہے۔ کتنے کا لیا تھا؟''

صوفے پہ بیٹھی لڑکی مسکرائی۔ ''اگر آپ اسے خریدنا چاہتے ہیں تو میں گھر کے کاغذات لے آتی ہوں۔ پچھلا پورا مہینہ میں سیاسی کاموں میں بزی رہی تو ٹھیک سے صفائی بھی نہیں کروا سکی۔''

''نہیں میں دل سے تعریف کر رہا تھا۔ confucius کہتا تھا کہ کسی انسان کا گھر دیکھ کے میں اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ وہ کیسا آدمی ہے۔''

''آپ confucius جیسے ہیں کیا؟''

وہ ہلکے سے ہنس دیے۔ ''نہیں مگر میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کا سورس آف انکم کیا ہے۔''

''میں ایک پینٹر ہوں۔ اپنی پینٹنگز آن لائن بیچتی ہوں۔ اس سے میں نے یہ سب بنایا ہے۔ میرے پاس سارا منی ٹریل' بینک ڈاکومنٹس اور ٹیکس ریٹرن موجود ہیں۔''

''وہ سب میں نے دیکھے ہیں چے تالیہ۔ لیکن اکثر منی لانڈرنگ کرنے والے بھی اسی طرح اپنے بلیک پیسے کو وائٹ کرتے ہیں۔ فرضی پینٹنگز' فرضی سیلز۔''

''میں منی لانڈرر نہیں ہوں۔''

''تو آپ کیا ہیں؟'' اس سوال پہ وہ ہلکا سا ہنسی۔

''میں تالیہ ہوں۔''

''اور تالیہ صاحبہ مجھے یہ بات عجیب لگتی ہے کہ ایک مصروف سوشلائیٹ اور پینٹر جس کے پاس اتنی دولت ہے' وہ کسی ریستوران میں بطور ویٹرس کام کرے۔'' وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھ کے بولا۔ تالیہ نے تعجب سے ابرو اٹھایا۔

''آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں کہیں ویٹرس بن کے کام کرتی رہی ہوں؟''

''آپ اس بات سے انکاری ہیں؟''

''چچ چچ۔'' لڑکی نے افسوس سے سر ہلایا۔ ''آپ کے انویسٹی گیٹر نے میرے بارے میں نامکمل معلومات دی ہیں آپ کو۔''

''یعنی آپ انکار کر رہی ہیں کہ آپ ویٹرس بن کے....''

''صرف ویٹرس؟ چچ چچ۔ میں تو سوئپر بھی رہی ہوں۔ لانڈری بھی کی ہے۔ لائبریرین بھی تھی۔ ایک جگہ تو میں جمناسٹک بھی کرتی تھی۔ ایک چڑیا گھر میں پرندوں کو کھانا کھلانے کا کام بھی کیا ہے۔ چند ایک لوگوں کے گھر میں کک بھی رہی ہوں اور کسی کی ہاؤس کیپر بھی تھی۔ ایک دفعہ میں سوئمنگ ٹیچر بھی بنی تھی اور ایک دفعہ رائفل شوٹنگ کوچ۔ میں آپ کو ان لوگوں کے نام دے دیتی ہوں جہاں میں نے کام کیا ہے۔ آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔''

پراسیکیوٹر احمد نظام کو اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ وہ بالکل لاجواب سے ہو گئے تھے۔

''تو.... آپ نے اتنی دولت ہونے کے باوجود یہ سب کام کیوں کیے؟''

''پہلے آپ مجھے یہ بتائیں پراسیکیوٹر صاحب...'' وہ آگے کو ہوئی اور سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''قانون میں کہاں لکھا ہے کہ اتنی ساری جابز کرنا جرم ہے؟ میں نے تو ہر جگہ اپنا نام تالیہ ہی بتایا۔ میں نے کسی سے غلط بیانی بھی نہیں کی۔ تو پھر مسئلہ کیا ہے؟''

پراسیکیوٹر صاحب اب پتلیاں سکوڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

''بالکل۔ یہ جرم نہیں ہے۔ لیکن یہ عجیب ہے۔ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟''

''ارے واہ.... اتنے سالوں بعد کسی نے مجھ سے یہ سوال پوچھا ہے۔'' وہ چہک اٹھی۔ پھر کھڑی ہوئی اور کچن تک گئی۔ کیبنٹ کھول کے ایک کتاب نکالی اور واپس آ کے اس کے سامنے میز پہ رکھی اور اپنی جگہ پہ بیٹھی۔

''یہ کتاب پڑھی ہے آپ نے؟''

انہوں نے نظریں جھکا کے دیکھا۔ ''ہنگا راملایو؟ جی ہاں۔ اسکول میں پڑھی تھی۔''

''کیا آپ کو سنہرے بالوں والی شہزادی تاشہ کا حلیہ یاد ہے؟ بادامی شکل کی آنکھیں، ستواں ناک، ابھری ہوئی گال کی ہڈی، اور بیضوی فیس کٹ۔ اب مجھے دیکھیں اور بتائیں کہ کیا آپ reincarnation پہ یقین رکھتے ہیں؟''

احمد نظام نے تعجب سے ابرو اچکائے۔ ''سات جنموں پہ؟ ہرگز نہیں۔ میں مسلمان ہوں۔''

''مگر مجھے لگتا ہے کہ میں شہزادی تاشہ کا دوسرا جنم ہوں۔''

''ملاکہ سلطنت کی شہزادی تاشہ.... آپ کو لگتا ہے کہ آپ وہ ہیں؟''

''ہوں۔'' لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔ ''صرف وہی کر سکتی تھی یہ سارے کام۔ کھانا پکانا، سلائی کڑھائی، جنگی امور، اور پھر.... وہ سلطان کی مشیر بھی مقرر ہوئی تھی۔ اب مجھے دیکھیں۔ کیا میں یہ سب نہیں کر سکتی؟ کیا میں نے وان فاتح کو الیکشن نہیں جتوایا؟''

پراسیکیوٹر صاحب غور سے اسے دیکھنے لگے۔ کیا وہ لڑکی کسی obsessed قسم کی سائیکوپیتھ ہونے کی اداکاری کر رہی تھی؟ یا وہ

واقعی سائیکو پیتھ تھی؟ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

''میرا ہر عمل شہزادی تاشہ کے اعمال کا مرر امیج ہے۔ میں سچے خواب بھی دیکھتی ہوں اور ان جگہوں پہ جا کے کام کرتی ہوں جہاں سے مجھے انسپریشن ملتی ہے۔ پھر میں پینٹنگز بناتی ہوں۔ بظاہر میں ایک آرٹسٹ ہوں' سر' لیکن آپ نے پوچھا ہے تو بتا رہی ہوں کہ اپنے نزدیک میں شہزادی تاشہ کی reincarnaion ہوں۔'' پھر اس نے ٹیک لگا لی اور مسکرا کے پوچھا۔ ''کچھ اور جاننا ہے آپ نے؟''

''اونہوں۔ اتنا بہت ہے۔ امید ہے آپ نے سارے سوالات کے جوابات سچ بتائے ہوں گے۔''

''میں نے سب سچ کہا ہے' سر۔'' وہ مسکرائی۔

''بس ایک آخری سوال!'' وہ اٹھے اور پوچھنے لگے۔ ''آپ نے کوئی میڈ وغیرہ نہیں رکھی؟ آپ کے گھر کا کام کون کرتا ہے۔''

سوال قدرے غیر متوقع تھا۔ تالیہ ذرا سا چونکی۔ ''میں خود کرتی ہوں۔ صفائی' ڈسٹنگ' سب کچھ۔''

''اوکے۔'' وہ کھلے دل سے مسکرائے اور جانے کے لئے اجازت چاہی۔ تالیہ نے انہیں نہیں روکا۔ بس گھنگریالی لٹ انگلی پہ لپیٹتی سوچتی نظروں سے انہیں جاتے دیکھتی رہی۔

باہر اپنی کار میں وہ بیٹھے ہی تھے کہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے انویسٹی گیٹر نے بے چینی سے پوچھا۔ ''کیسی رہی ملاقات؟''

''لڑکی نے اچھی کہانی بنائی۔ خود کو obsessed قسم کی سائیکو پیتھ ظاہر کیا۔ انسپریشن لینے کے لئے وہ یہ جابز کرتی تھی اور اس کو تمام قوانین کا بھی علم تھا کہ امیر ہو کے جاب کرنا جرم ہو ہی نہیں سکتا۔ اس نے کوئی جاب نہیں چھپائی۔ پیپر ورک بھی اس کے پاس ہے۔ ہم نے اس کے ٹیکس ریٹرن وغیرہ بھی دیکھ رکھے ہیں۔ بظاہر وہ کلین ہے۔''

''تو آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟'' وہ غور سے پراسیکیوٹر کے چہرے کی مسکراتی لکیروں کو دیکھ رہا تھا۔

''اس کے جو پیپرز ہم نے نکلوائے تھے اس میں درج تھا کہ اس کی کوئی نوکرانی نہیں ہے۔''

''تو؟''

''اس نے بھی یہی کہا کہ وہ گھر کا کام خود کرتی ہے۔ اور وہ سچ کہہ رہی تھی۔'' وہ ہنوز مسکرائے جا رہے تھے۔

''اکثر لوگ گھر کا کام خود کرتے ہیں' سر۔''

''اور اسی لئے وہ پچھلا پورا مہینہ گھر سے لاتعلق اور وان فاتح کی مہم میں اتنی مصروف رہی کہ اس نے گھر کی صفائی پہ توجہ نہیں دی۔''

انویسٹی گیٹر نے منہ بنایا۔

''کیا اس کا فرنیچر اتنا میلا تھا جو آپ خواتین کی طرح نقص نکال رہے ہیں؟''

''اونہوں۔ صرف دیواریں.... وہ صاف نہیں تھیں۔ اور ان پہ فریم مارکس تھے۔ دن کی روشنی میں وہ صاف نظر آتے ہیں۔ وہ ان

کی عادی ہوگی اس لئے اسے احساس نہیں ہوا کہ خالی دیواروں پہ بڑی بڑی پینٹنگز کے ڈسٹ مارکس ہیں۔"

"مطلب؟"

"جب کوئی پینٹنگ دیوار پہ آویزاں کی جاتی ہے تو وہ چوکور حصہ گرد سے بچ جاتا ہے۔اس کی دیواروں پہ جگہ جگہ چوکھٹے بنے تھے جن کے اندر دیوار کا پینٹ چمک رہا تھا۔یقیناً اس نے چند ہفتے قبل اپنے گھر سے بہت سی پینٹنگز اتاری ہیں مگر دیواروں پہ جھاڑ وپھیرنے کا خیال اسے نہیں آیا۔"

"دیواروں پہ بھی جھاڑ وپھیرا جاتا ہے؟" انویسٹی گیٹر نے جھرجھری لی۔

"اگر تمہاری بیوی میری بیوی جیسی صفائی پسند ہوتی تو وہ تمہیں بتاتی کہ بال بھی شیمپو کیے جاتے ہیں اور پرفیوم بھی لگایا جاتا ہے۔" وہ ناک سکوڑ کے کار اسٹارٹ کرنے لگے۔ چوٹ اس کے رف حلیے پہ تھی۔ وہ شرمندہ ہو گیا۔

"بہر حال....اس سب سے کیا نتیجہ نکلا؟ ہوسکتا ہے اس نے یونہی پینٹنگز اتار دی ہوں۔ یہ بھی جرم نہیں ہے۔"

"ایک لڑکی جو مختلف حلیے اپناتی رہتی ہو' اور جسے آرٹ کی ساری سمجھ ہو' وہ اپنے گھر میں لگی بہت سی پینٹنگز ایک دم سے غائب کر دے...تو وہ صرف ایک چیز ہوسکتی ہے۔"

کار سڑک پہ ڈالتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

"Art thief۔"

انویسٹی گیٹر کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

☆......☆......☆

حالم کے بنگلے کا لان صبح کی بارش کے بعد سے نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا۔آج وقفے وقفے سے بارش ہو رہی تھی اور سیاہ بادلوں نے آسمان پہ ایسے بسیرا کیا ہوا تھا کہ دوپہر ہونے کے باوجود شام سی لگتی تھی۔ تالیہ نے اپنے لاؤنج کی ساری کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔ بتیاں بجھی تھیں اور اسی قدرتی روشنی میں ان تینوں نے دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔

اب وہ لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھے تھے۔تینوں کی کرسیاں برابر رکھی تھیں اور تینوں کے ہاتھوں میں ڈیزرٹ سے بھرے پیالے تھے۔ایڈم جتنا اداس تھا' تالیہ اتنی ہی خوش تھی۔ داتن البتہ ہمیشہ کی طرح اپنے حال سے مطمئن تھی۔

"اب تم کب تک آفس نہیں جاؤ گی؟" داتن نے جھک کے پرس سے دوا کی ڈبی نکالتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی ہم الیکشن جیتے ہیں۔اتنی محنت کے بعد۔ یہ پورا ہفتہ فاتح صاحب اور عصرہ بیگم نے مبارکبادی پارٹیز میں گزار دیا ہے۔اگلا ہفتہ بھی ایسے ہی گزرے گا اس لیے میں نے پندرہ دن کی چھٹی لے لی تھی۔ یہ تم کس چیز کی دوا لے رہی ہو؟"

اس کو گولیاں پھانکتے دیکھ کے چونکی۔

''یہ اینٹی ڈپریشن ہیں' مادام جو میری عمر میں آ کے لینی پڑتی ہیں۔'' داتن پدوکا لاپرواہی سے بولی اور ٹی وی کو دیکھنے لگی۔

''ہونہہ۔ میرے بابا پا تو نہیں لیتے تھے۔ وان فاتح تو نہیں لیتے۔ ہر کسی کو نہیں لینی پڑتیں۔ مگر جو لوگ ووٹ نہیں دیتے ان کو تو ڈپریشن ہو گا نا۔'' اور سر جھٹک کے سامنے دیکھنے لگی۔ دفعتاً ایڈم پہ نظر پڑی تو گہری سانس لی۔

''تم کیا مجنوں بنے بیٹھے ہو؟ اب بس کر دو افسوس کرنا۔ ہم سائمن فوسٹر سے ڈیل کر لیں گے۔''

''مجھے اس طرح ان کو وہ چیزیں دینی ہی نہیں چاہیے تھیں۔'' ایڈم ابھی تک افسوس کر رہا تھا۔ اس کا ڈیزرٹ پگھل پگھل رہا تھا اور وہ بے توجہی سے اندر چمچ ہلا رہا تھا۔

''بس کر دو خود کو الزام دینا' ایڈم۔'' داتن نے برا سا منہ بنایا۔ ''میں نے تمہیں اس صحافی سے ملوایا تھا۔ میں تو خود کو نہیں ملامت کر رہی۔ تم بھی دل چھوٹا نہ کرو۔''

''حالانکہ جو لوگ ووٹ نہیں ڈالتے انہیں خود کو ملامت کرنا چاہیے۔'' تالیہ اس دن سے اس پہ بات بات پہ چوٹ کرتی تھی مگر داتن برا مانے بغیر مسکراتی رہتی۔

''ہاں تم ووٹ ڈالنے والوں کو بھی جلد آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔''

مگر ایڈم منہ لٹکائے بیٹھا رہا۔ کوئی بھی چیز اس کے دل کو تسلی نہیں دے سکتی تھی۔ تالیہ اور داتن نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر تالیہ بچوں کو پچکارنے والے انداز میں گویا ہوئی۔

''دیکھو ایڈم... فی الوقت تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ وان فاتح الیکشن جیت گئے ہیں۔ ان کے خواب پورے ہونے جا رہے ہیں۔ اب ہم حکومتی پارٹی میں ہوں گے۔ ہم سائمن جیسے اسکامرز کا راستہ روک سکیں گے۔''

ایڈم نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''میں خوش ہوں' چے تالیہ مگر...''

''اگر مگر کچھ نہیں۔ آج ہم سب باہر ڈنر کرتے ہیں اور سیلیبریٹ کرتے ہیں۔ اف میں اتنی خوش ہوں کہ بتا نہیں سکتی۔'' وہ گویا جھوم جھوم جانا چاہتی تھی۔ ''مجھے آخری لمحے تک دھڑکا لگا تھا کہ ہم ہار جائیں گے مگر ہم نہیں ہارے۔ سچ کی جیت ہوئی۔ سب اتنا اچھا جا رہا ہے۔ تم اب تو اداس نہ ہو۔'' وہ بہت امید' بہت خوشی سے کہہ رہی تھی جب داتن نے ٹوکا۔

''وہ... تمہارا وان فاتح آ رہا ہے ٹی وی پہ۔''

تالیہ نے مسکرا کے اسکرین کو دیکھا اور آواز اونچی کی۔

''چیئرمین وان فاتح کہو۔ مگر او سوری۔ تم نے تو ووٹ ہی نہیں ڈالا تھا۔''

مگر داتن نے جواب نہیں دیا۔ وہ آگے ہو کے غور سے اسکرین پہ چلتی خبر دیکھنے لگی۔

"تازہ اطلاعات کے مطابق باریسن نیشنل کے نئے چیئر مین وان فاتح نے اپنی پارٹی میں ایل اے پی کے اتحاد کو خوش آمدید کہا ہے۔ ابھی ابھی ایل اے پی کی مرکزی قیادت کی وان فاتح سے بی این کے ہیڈ کوارٹرز میں ملاقات ہوئی ہے جس میں انہوں نے بی این میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ ایل اے پی کے مرکزی قائدین میں امیر الدین بداوی' گیک چانگ اور ہشام جرجیس بھی شامل ہیں جن پہ کرپشن کے بڑے بڑے مقدمات درج ہیں اور جو کچھ عرصہ پہلے تک وزیر اعظم صوفیہ رحمٰن کے ساتھ تھے اور اسی وجہ سے وہ کرپشن مقدمات کا سامنا کرنے سے بچے رہے تھے۔ ناظرین کو یاد کرواتے چلیں کہ ابھی چند دن پہلے وان فاتح نے صوفیہ رحمٰن سے ایک غیر رسمی مباحثے کے دوران قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بری شہرت والے کرپٹ سیاستدانوں کو کبھی بھی پارٹی میں شامل نہیں کریں گے لیکن ہانگ کانگ پیپرز کے بعد صوفیہ رحمٰن کی کمزور ہوتی پوزیشن اور تازہ تازہ ملی چیئر مین کی سیٹ نے وان فاتح کو ان کا پہلا وعدہ توڑنے پہ مجبور کر دیا ہے۔"

نیوز کاسٹر بلند آواز میں مسکراتے ہوئے پڑھ رہی تھی اور حالم کے بنگلے میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"یہ... غلط خبر ہے شاید۔" تالیہ کی آنکھیں اسکرین پہ جمی تھیں۔

"چے تالیہ... وہ تصویریں دکھا رہے ہیں۔ وان فاتح ان لوگوں سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ یہ تو واقعی ہشام جرجیس ہے۔ بدنام زمانہ ہشام جرجیس۔" ایڈم کی آواز کسی کنویں سے آتی سنائی دی۔ مگر تالیہ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"میڈیا باتوں کو بڑھا دیتا ہے۔"

"مگر یہ ملے چینل نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی چینل ہے۔ اور یہ بی این کا آفس ہی لگ رہا ہے مجھے۔ مگر وان فاتح نے تو وعدہ کیا تھا کہ..." ایڈم دنگ تھا۔

اور اسی پل داتن کا قہقہہ سارے میں گونجا۔ تالیہ نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ وہ گردن پیچھے پھینک کے ہنستی جا رہی تھی۔

"ہاہاہا..." اس نے بدقت چہرہ سیدھا کر کے ہنستے ہوئے انہیں دیکھا۔ "ہاں بھئی... ووٹ ڈالنے والو... بن گیا تمہارا بہتر ملائیشیا؟ کر دیے وان فاتح نے سارے وعدے پورے؟"

ایڈم ہکا بکا سا اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اور تالیہ... اس کی نظریں تصویروں میں دکھائی دیتے فاتح کے ہاتھوں پہ جمی تھیں جو جرجیس جیسے بدنام زمانہ آدمی کے ہاتھ سے مصافحہ کر رہے تھے۔

داتن ہنستی جا رہی تھی۔

"تم دونوں ابھی تک نہیں سمجھے؟ ارے یہ سب ایک con تھا۔ الیکشن سب سے بڑا con game ہوتا ہے۔ تم ووٹرز کو لگا کہ

ووٹ ڈالنا تمہارا آئیڈیا تھا۔ تم اپنی مرضی سے ووٹ ڈال رہے تھے؟ نہیں بے وقوفو۔ اگر ووٹ سے تبدیلی آنی ہوتی تو یہ لوگ الیکشن کو ختم کر چکے ہوتے۔ یہ سارے سیاستدان کون آرٹسٹ ہیں۔ اسکامرز ہیں۔ انہوں نے تمہارے ساتھ کانفیڈینس گیم کھیلا ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اعتماد کس چیز پہ تھا؟ اپنے خوابوں کے پورا ہونے پہ۔ انہوں نے تمہارے لالچ کو استعمال کیا۔ تم نے ووٹ خود نہیں ڈالا۔ انہوں نے تم سے ڈلوایا ہے۔ اور ہر con کے آخر میں ایک اچھے 'کون مین' کی طرح یہ سیاستدان کی ایگزٹ تھی۔ ایسی ایگزٹ جس کے بعد ٹارگٹ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ ہاتھ ملتا رہتا ہے اور اسے تب احساس ہوتا ہے کہ وہ بے وقوف بن گیا۔ کیونکہ سیاستدان نے "ڈیل" کر لی۔ اسے اگلا الیکشن جیتنے کے لیے ہشام جر جیس جیسے لوگوں کا ساتھ اور پیسہ چاہیے۔ ایڈم اور تالیہ جیسے لوگوں کے خواب نہیں۔" پھر وہ جھکی اور بوتل سے دو گولیاں نکال کے ان کے سامنے میز پہ رکھیں۔

"تم دونوں کو اس وقت ان کی ضرورت ہے۔" اور ایک دفعہ پھر سے ہنسنے لگی۔

"انہوں نے ملاکہ میں بھی یہی کیا تھا۔ انہوں نے مراد راجہ کے ساتھ ڈیل کر لی تھی۔" ایڈم کھویا کھویا سا بولا۔

تالیہ ایک دم اٹھی۔ کار کی چابی اٹھائی اور دروازے کی طرف لپکی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ ایڈم پیچھے جانے لگا تو داتن نے اسے روکا۔

"اسے اپنے لیڈر سے خود بات کرنے دو۔ آنکھوں کی پٹی اور چہرے کے نقاب کو اترنے دو۔ وہ اپنے لیڈر کی ہار اور جیت دونوں کے لیے تیار تھی۔ لیکن کسی کو چاہیے کہ وہ ووٹرز کو تیسرے منظر نامے کے لیے بھی تیار کر دیا کرے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "اگر لیڈر جیت کے بھی اصول ہار دے تو پھر کیا کرنا چاہیے... وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی۔"

ایڈم آہستہ سے واپس بیٹھا۔ وہ بالکل گم صم سا ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

چیئرمین کا آفس ان کے پرانے آفس سے اوپر والے فلور پہ تھا۔ اس کے باہر ایک چھوٹا سا آفس سیکرٹری کا بھی بنا تھا جو اس وقت خالی تھا۔ تالیہ کی چھٹی کے پیش نظر ادھر آج کل فاتح کا باڈی مین بیٹھتا تھا۔ چیئرمین آفس اندر سے بے حد وسیع اور پر تعیش تھا۔ اس کی مرکزی کرسی اونچی اور سبز رنگ کی تھی۔ فاتح بن رامزل اسی کرسی پہ بیٹھا' میز پہ رکھی فائل دیکھ رہا تھا جب دروازہ کھلا اور تالیہ اندر داخل ہوئی۔ وہ سادہ فراک پہ گردن میں اسٹول کی بکل مارے' بالوں کی رف سی پونی بنائے گلابی تمتماتے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔ فاتح نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھا اور مسکرایا۔

"آؤ تاشہ۔ یہ لڑکا بالکل اچھی کافی نہیں بناتا۔ شکر ہے تم نے اپنی چھٹی ختم کی۔"

وہ لب بھینچے اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ نظریں اس کے چہرے پہ گڑی تھیں۔

''میں نے ابھی ابھی نیوز دیکھی۔آپ نے ایل اے پی سے اتحاد کرلیا۔یہ کب ہوا؟''اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔

''ہاں وہ...'' فاتح نے فائل کا صفحہ پلٹایا اور عینک اتار کے رکھی۔''ان کے ساتھ اتحاد ضروری تھا۔الیکشن میں صرف ایک سال پڑا ہے اور سبا کی ریاست سمیت بہت سی جگہوں پہ ان کے بغیر ہم نہیں جیت سکتے۔''

''آپ نے ایل اے پی سے اتحاد کرلیا؟''وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔''ہشام جرجیس جیسے کرپٹ لوگوں سے؟''

''ریلیکس۔اتنی پریشان نہ ہو۔پارٹی کے پاس پیسے نہیں ہیں اور ہمیں ان کی حمایت چاہیے۔''وہ سنجیدگی سے اسے دیکھ کے بولا۔''جیسے تم نے اشعر کے پیسوں سے میرے الیکشن کو فنڈ کیا تھا' اسی طرح ہم ان کے پیسوں سے بی این کے الیکشن کو فنڈ کریں گے۔''

''اشعر انتہائی خبیث آدمی ہے لیکن اس نے کرپشن کر کے دولت نہیں بنائی' سر۔رشوت کھاتا ہے' منی لانڈرنگ بھی کرتا ہے لیکن اس نے عوام کا پیسہ...ٹیکس کا پیسہ کبھی نہیں کھایا کیونکہ وہ عوامی عہدے پہ نہیں رہا۔اور تالیہ مراد نے کبھی لوگوں سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ اشعر سے مدد نہیں مانگے گی۔''وہ غصے میں کہہ رہی تھی۔''آپ نے اسٹیج پہ کھڑے ہو کے....لوگوں کو گواہ بنا کے کہا تھا کہ آپ ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے اور آپ نے انہیں پارٹی میں ہی شامل کرلیا۔''

فاتح نے گہری سانس لے کر ٹیک لگائی۔''اچھا اگر میں ایسے لوگوں کو نہ لوں تو کیا کروں؟ الیکشن ہار جاؤں؟ ساری عمر اپوزیشن میں بیٹھوں؟ تمہارے خیال میں وزیر اعظم کا الیکشن جیتنے کے لیے یہ نہ کروں تو کیا کروں؟''

''میرا خیال جو بھی ہو اس سے فرق نہیں پڑتا' فاتح صاحب۔''وہ ہتھیلیاں میز پہ رکھے جھک کے غرائی تھی۔''آپ کے خیالات سے فرق پڑتا ہے۔آپ نے وہاں کھڑے ہو کے صوفیہ رحمٰن کی بات کو رد کیا تھا۔آپ نے وعدہ کیا تھا۔مگر اب آپ وہی کر رہے ہیں جو صوفیہ کرتی آئی ہے۔ہشام جرجیس جیسے لوگ کرپٹ لوگ ہیں' سر۔''

''اول تو اس پہ کوئی کرپشن ابھی تک ثابت نہیں ہوئی۔دوسری بات...''

تالیہ نے زور سے بند مٹھی میز پہ رکھی۔

''اب آپ اس کو ڈیفینڈ بھی کریں گے؟''وہ بے یقینی سے دبا دبا سا چلائی۔''کیا کرسی اور اقتدار ایسے انسان کو بدل دیتی ہے؟ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ کرپٹ ہے۔آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ کسی بری شہرت والے کو پارٹی میں نہیں لیں گے۔''

''وہ...ایک...کیمپئین پرامس تھا۔''وہ غصے سے سیٹ سے اٹھا اور غرا کے بولا۔

تالیہ کے کندھے ڈھلک گئے۔وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور تو جب سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''جب آپ وہ وعدہ کر رہے تھے تو آپ کو معلوم تھا کہ آپ اسے پورا نہیں کر سکتے۔پھر آپ نے وہ وعدہ کیوں کیا؟ آپ لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟''

''لوگ ایک ہفتے میں بھول جایا کرتے ہیں۔لوگوں کو ہر بات سمجھ نہیں آتی۔''اس نے غصے سے ہاتھ جھلا کے کہا۔''کارکن کارکن ہوتا ہے اور چیئر مین چیئر مین۔ میں اس سیٹ پہ اس لیے ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے اس سانپ سیڑھی کے کھیل کو کیسے کھیلنا ہے۔ کچھ کمپرومائز کرنے پڑتے ہیں۔''

''تو پھر مجھے کیوں برا بھلا کہا تھا جب میں ابوالخیر کے پیسے لائی تھی آپ کو چھڑوانے کے لیے؟''وہ زور سے چلائی۔

''پھر مجھے کیوں کہا تھا کہ میں جھوٹی ہوں' کون آرٹسٹ ہوں' چور ہوں؟ مجھے کیوں کہا تھا کہ مجھے خود کو بدلنا ہے؟اگر آپ نے ان چوروں کے ساتھ مل ہی جانا تھا تو مجھے کیوں سچ بولنا سکھایا تھا؟ مجھے کیوں اصول اور اخلاقیات سکھائے تھے؟ میں نے اپنی زندگی تباہ کر دی آپ کی اس...اس جاب میں...میرے پیچھے پراسیکیوٹرز پڑ گئے صرف اس لیے کہ میں آپ پہ یقین کرتی آئی اور آخر میں آپ نے وہی کیا جو آپ نے ملاکہ میں کیا تھا۔آپ نے وہاں بھی میرے باپ سے ڈیل کی تھی۔آپ کو وہاں بھی معلوم تھا کہ وہ صندوق غلاموں کو نہیں دینے۔آپ نے شروع سے انہیں مرادراجہ کو واپس کرنے کی پلاننگ کی تھی۔آپ میرے جیسے لوگوں کو اسکامرز کہتے تھے۔تو آپ خود کیا ہیں؟ آپ سیاستدان کیا ہیں؟''صدمے اور غصے سے بولتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''کیئرفل!'' فاتح نے ہاتھ اٹھا کے سختی سے اسے روکا۔''تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہو اس لیے پتہ نہیں کیا بولے جا رہی ہو۔ یہاں مجھ پہ چلانے کے بجائے گھر جاؤ اور آرام کرو۔''

''اوہ۔یعنی اگر میں یہاں آپ پہ چلاؤں گی تو آپ مجھے نوکری سے فائر کر دیں گے؟''وہ غصے سے بولی۔

''تاشہ...تم واقعی...''

''چیئرمین صاحب...!'' اس نے پھر سے میز پہ ہاتھ مارا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کے چبا چبا کے بولی۔

''میرا نام تالیہ ہے۔

میں مرادراجہ کی بیٹی ہوں۔

میں اپنے باپ کی شہزادی ہوں۔

اور آپ...آپ وانگ لی کے غلام ہیں۔

میں سمجھی تھی میں نے آپ کو آزاد انسان بنا دیا تھا مگر آپ اب بھی غلام ہی ہیں۔

آپ کیا فائر کریں گے مجھے؟

میں آپ کو فائر کرتی ہوں۔

اپنے باس کے عہدے سے۔

میں آپ کو فائر کرتی ہوں۔

اپنے چیئرمین کی کرسی سے۔

میں آپ کو فائر کرتی ہوں۔

اپنے لیڈر کے مقام سے۔

آپ آج سے میرے لیڈر نہیں ہیں۔

آپ نے ایک con woman کو con کرنے کی غلطی کی ہے۔

اوراب میں آپ کو وزیراعظم بننے نہیں دوں گی۔

میرا نام یادرکھیے گا۔

میں تاشہ نہیں ہوں۔میں تالیہ بنت مراد راجہ ہوں۔"

وہ اس پہ غراتے ہوئے آگے بڑھی، اور ملکہ کے سے انداز میں ہاتھ مار کے اس کی میز سے چیزیں گرادیں۔وہ ماتھے پہ بل لیے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔کچھ کہا نہیں، ضبط کر گیا۔وہ مڑی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

☆......☆......☆

وہ کافی دیر تک واپس نہیں آئی تو ایڈم اٹھ کے لاؤنج میں دائیں بائیں ٹہلنے لگا۔وہ فون لے کر نہیں گئی تھی اس لیے اس سے رابطہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔

"پتہ نہیں وہ کہاں ہوں گی۔ٹھیک بھی ہوں گی یا نہیں۔"

"اوہ ہیرو... یہ مت سمجھو کہ وہ خود کو ٹرین کے نیچے دے دے گی۔وہ تالیہ ہے۔اس سیاستدان کو کھری کھری سنا کے، اس کی ایک آدھ چیز توڑ کے ہی آئے گی۔" داتن اب صوفے پہ بیٹھی کسی دوسری قسم کا ڈیزرٹ کھا رہی تھی۔اس ساری صورتحال سے سب سے زیادہ خوش وہی تھی۔ایڈم نے رک کے خفگی سے اسے دیکھا۔

"یہ کوئی اچھی بات ہوگی کیا؟"

"میرا کوئی قصور نہیں ہے اس میں۔تم لوگوں نے اسے ووٹ دے کر بنایا تھا چیئرمین۔اب خود بھگتو۔" اور چاکلیٹ سے بھرا چمچ منہ میں رکھا۔وہ پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

"وہ کیا کہیں گی ان سے؟"

"اسے سو طریقے آتے ہیں ان بادشاہوں سے بات کرنے کے۔سلطان مرسل شاہ کو اس کے سوالوں نے لاجواب کر دیا تھا نا۔

بنداہارا فاتح کیا چیز ہے۔" وہ اب چمچ سے پیالے میں رکھا ویفر توڑ رہی تھی۔

"ہوں۔ واقعی۔" ایڈم کمر پہ ہاتھ باندھے پھر سے ٹہلنے لگا۔ دفعتاً وہ رکا اور اچھنبے سے داتن کو دیکھا۔

"کون سے سوال؟"

"ہوں؟" وہ مگن سے کھا رہی تھی۔

"چے تالیہ کے کون سے سوالات نے مرسل شاہ کو لاجواب کر دیا تھا؟"

داتن نے اسے گھور کے دیکھا۔" وہ شہزادی تاشہ کے سات سوال جو اس نے مرسل شاہ کے سامنے رکھے تھے شادی کی شرط کے طور پہ۔ خود لکھی تھی تم نے بنگارا یا ملایو۔ خود ہی بھول گئے ہو۔"

ایڈم الجھ کے اسے دیکھنے لگا۔

"شہزادی تاشہ نے تو کوئی سوال نہیں رکھا تھا۔ وہ تو بس غائب ہو گئی تھیں۔"

"ارے یار... وہ رکھی ہے بنگارا یا ملایو۔" کچن کی میز کی طرف اشارہ کیا۔" ہم نے تو بچپن میں امتحان کے لیے ان سوالات کا رٹا بھی لگایا تھا اور تمہیں خود نہیں یاد۔" برا سامنہ بنا کے وہ کھانے لگی۔

ایڈم بجلی کی تیزی سے میز تک گیا اور کتاب اٹھائی۔ پھر جلدی سے فہرست کھولی۔

"کون سے باب میں تھے وہ سوالات جو...؟" اس کا سوال ادھورا رہ گیا۔ ابواب کی فہرست پہ پھرتی انگلی ٹھہر گئی۔

فہرست میں پندرہ ابواب کے نام درج تھے۔

ایڈم کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے صرف بارہ باب لکھے تھے۔

شاید بعد میں بارہ ابواب کے پندرہ بنا دیے گئے ہوں۔ اس نے سوچا لیکن بارہ ابواب کے وہی نام تھے جو اس نے لکھے تھے۔ ایک دو لفظ آگے پیچھے تھے مگر معنی وہی تھا۔ دھڑکتے دل سے اس نے بارہویں باب کا آخری صفحہ کھولا۔

"اور تمام غلاموں کو آزاد کروا کے

بنداہارا کی بیٹی ایک دن اپنے گھوڑے پہ سوار

نکلی جنگل کی طرف

اور پھر نہ دیکھا کسی ذی نفس نے اس کے بعد اس کو۔

شاید وہ بادلوں کے اوپر چلی گئی تھی

یا ان کے پار جہانوں میں۔"

اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اگلا صفحہ پلٹایا۔

''باب تیرہ۔از آدم بن محمد۔

اور جب لوٹی شہزادی تاشہ اپنے سفر سے'

اپنے مورخ کے ساتھ'

تو دیکھا اس نے اپنے ملاکہ کو عجیب حالت میں.....''

ایڈم نے کرنٹ کھا کے وہ کتاب چھوڑ دی۔ یوں لگتا تھا کسی شے نے اندر سے نکل کے اسے ڈس لیا ہو۔

کتاب زمین پہ جا گری اور ایڈم خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا دور ہٹنے لگا۔

 

نمرہ احمد کا یہ خوبصورت ناول **حالم** ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات اگلی قسط میں پڑھیے۔

حالم (نمرہ احمد)

سولھواں باب:

''دوری نگارہ ملایو''

(ملایا کا کانٹا)

اس نے خواب میں دیکھا.....

ایک گھنا جنگل اس کے آس پاس تھا۔

اونچے درخت..... کیچڑ آلود زمین.....

اور وہ تینوں اس پہ چلتے جا رہے تھے.....

وہ آگے تھا اور دو لوگ عقب میں آتے محسوس ہو رہے تھے۔

حبس' گرمی' پسینہ..... ہر احساس شدید تھا۔

خواب میں بھی وہ جانتا تھا کہ یہ خواب نہیں تھا۔

دفعتاً وہ رکا اور جھک کے گیلی سرخ مٹی ہتھیلی پہ اٹھائی۔

پھر اسے چہرے اور بازوؤں پہ ملتے ہوئے سیدھا ہوا تو دیکھا.....

عقب میں آتی لڑکی قریب آ چکی تھی۔ اس کی قمیص جگہ جگہ سے میلی تھی اور سنہرے گیلے بال گول مول جوڑے میں بندھے تھے۔ منہ پہ لگی سرخ مٹی سوکھ چکی تھی۔ اور وہ منہ بنا کے کہہ رہی تھی۔

''کیا بار بار اس مٹی کو خود پہ ملنا ضروری ہے' تو انکو؟''

اس نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اس لڑکی کو دیکھا۔ "جو ہمیں آتا ہے' وہ ہمیشہ ہماری جان بچائے گا۔"

وہ ہونہہ کر کے مٹی اٹھانے جھکی تو اس کے عقب میں کھڑا نوجوان نظر آیا جو ایک درخت سے پتے توڑ توڑ کے اپنے تھیلے میں بھر رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے وان فاتح کی آنکھ کھلی۔

چند لمحے وہ چت لیٹا رہا پھر سائیڈ لیمپ جلایا۔ اندھیر کمرے میں زرد روشنی پھیل گئی۔

ساتھ سوئی عصرہ ذرا سی کسمسائی مگر جاگی نہیں۔

فاتح نے وقت دیکھا۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ وہ اپنے ٹھنڈے اے سی والے کمرے میں موجود تھا اور (اس نے ماتھے کو چھوا) وہاں نہ گرمی تھی نہ پسینہ۔ پھر یہ خواب اتنا حقیقی کیوں تھا؟

ان خوابوں سے وہ اب تھکنے لگا تھا۔

یہ جنگل اسے بار بار نظر آتا تھا۔ خواب کی جزئیات اور تفصیلات اتنی گہری ہوتیں کہ وہ خواب' خواب نہیں لگتا تھا۔ گرمی اور حبس۔ جسم پہ بہتا پسینہ' ہر احساس شدید تھا۔ اسے درختوں کے پتوں کی اشکال اور ان پہ لگی لکیریں بھی یاد تھیں۔ انسانی ذہن خواب بُن سکتا ہے لیکن اتنی باریک بینی سے ماحول بھی بُن سکتا ہے کیا؟ یہ خواب نہیں تھے۔ یہ یادوں کی طرح تھے۔ لیکن وہ کبھی کسی جنگل میں کیچڑ آلود الجھے بالوں والی تالیہ کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ تو کیا یہ خواب اس بات کی علامت تھا کہ وہ اور تالیہ ایک نہ ختم ہونے والے جنگل میں سفر کر رہے تھے؟

اور اس کے ساتھ ہی اسے تالیہ یاد آئی۔

فاتح نے اپنے خاموش اندھیر کمرے کو دیکھا۔ یہی خاموشی اب اس کے نئے آفس کا بھی حصہ بن کے رہ گئی تھی۔ ایک ہفتے سے وہ چھٹی پہ تھی اور امید تھی کہ آ جائے گی اس لئے فاتح کو اس کا خیال تک نہیں آیا تھا لیکن کل دوپہر جب وہ اس کی میز کی اشیاء گرا کے اس پہ چیخ چلا کے چلی گئی تھی..... تب سے وہ اس کے

دماغ سے ایک لمحے کے لئے بھی محو نہیں ہوئی تھی۔

دوپہر سے رات تک وہ اس پہ غصہ تھا۔شدید غصہ۔اس نے ایک سیاسی فیصلہ کیا تھا اور بحالت مجبوری کیا تھا' مگر وہ اس کے ساتھ اتنی بدتمیزی سے بات کرے گی' اس طرح مشتعل ہو کے استعفیٰ دے جائے گی' وان فاتح کو رات تک اس بات پہ شدید غصہ رہا تھا۔

اور اب صبح اٹھتے ہی وہ غصہ افسوس میں بدل گیا تھا۔

گہرے ملال اور غم میں۔

اپنے فیصلے پہ نہیں' کہ سیاست میں ہاتھ گندے کرنے پڑتے تھے۔

صرف اس بات پہ کہ....تالیہ اب نہیں تھی۔

وہ اٹھا اور اپنی الماری تک آیا۔جاگنگ کے لئے کپڑے نکالے تو وہ یاد آئی۔کس طرح وہ صبح ہی صبح اس کی جاگنگ سے واپسی کے انتظار میں پورچ میں کھڑی ہوتی تھی۔

آفس کے لئے استری شدہ کوٹ کو دیکھا تو اس پہ فلیگ پن نہیں تھی۔ملائیشیاء کے جھنڈے والی ننھی سی پن وہ ہمیشہ اس کے کوٹ پہ لگا دیتی تھی اور اگر وہ کہیں گر جائے تو تالیہ کے سیاہ بیگ سے ایک اور پن نکل آتی تھی۔اس کی سیاہ زنبیل سے ضرورت کی ہر شے نکل آتی تھی۔صرف فاتح کی ضرورت کی۔خود اپنے لئے وہ شاید ہی کچھ رکھتی ہو۔ایک دفعہ کیمپین کے دوران اس نے یہی سوال تالیہ سے اس وقت پوچھا جب اس نے فاتح کو فوراً سے انرجی ڈرنک نکال کے دی۔

''لڑکی تم اپنے لئے بھی کچھ رکھتی ہو یا نہیں؟''

سنہرے جوڑے والی اس کی چیف آف اسٹاف بے نیازی سے مسکرائی تھی۔''تالیہ مراد ہر طرح کے حالات میں گزارا کر سکتی ہے۔اسے ان ڈرنکس اور انرجی بارز کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

''یا شاید تم کسی ڈائیٹ پہ ہو۔''اس نے بوتل کا ڈھکنا کھولتے ہوئے اس پہ چوٹ کی۔

"اونہوں۔ میں نے ایک دفعہ چار دن ایک رین فاریسٹ میں گزارے تھے اور میں ساتھ کھانے پینے کا کوئی سامان لے کر نہیں گئی تھی۔"

"تو تم نے وہاں کیا کھایا پیا؟"

"گراس ہوپرز کھائے اور غصہ پیا۔"

"اوہ۔ تم یہ کہہ رہی ہو کہ تمہیں کیڑے مکوڑے کھانے آتے ہیں؟"

"جو ہمیں کرنا آتا ہے ناسر' وہ ہماری جان ہمیشہ بچاتا ہے۔" وہ کہہ کے اپنی فائل اٹھاتی آگے بڑھ گئی تھی۔

کوٹ کی فلیگ پن پہ انگلی پھیرتے ہوئے وہ چونکا۔ کیا یہ اس کی کہی باتیں تھیں جو فاتح کے دماغ میں کہیں محفوظ ہو گئی تھیں اور اس کا ذہن ان کو الٹا پلٹا کے خوابوں کی صورت اسے دکھا رہا تھا؟

اس نے سر جھٹکا اور ٹریک سوٹ نکال کے الماری بند کی۔

آج سے تالیہ مراد کو miss کرنے کا دور شروع ہونا تھا اور فاتح بن رامزل اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ آریانہ کے علاوہ اسے کسی کو مس کرنا نہیں آتا تھا۔ وہ سیلبریٹی تھا' وہ ناراض ہوتا تھا۔ اسے ناراض لوگوں کو منانا نہیں آتا تھا۔ اسے لوگوں کے پیچھے جانا نہیں آتا تھا اور جو انسان کو کرنا نہیں آتا وہ اس کی جان تک لے سکتا ہے۔

☆☆=========☆☆

صبح حالم کے لان پہ طلوع ہوئی تو گھاس کے تنکوں نے دھوپ کی توقع میں انگڑائی لینی چاہی مگر آسمان کو بادلوں سے ڈھکا پایا تو شبنم کے بوجھ تلے کندھے ڈھلکا دیے۔

کچن کی گول میز پہ دائن ناشتہ چنتی نظر آ رہی تھی۔ ایڈم گال تلے ہتھیلی رکھے خاموش بیٹھا تھا۔ وہ رات گیسٹ روم میں ٹھہر گیا تھا۔ تالیہ پورا دن رابطہ نہ کرنے کے بعد رات دیر سے گھر آئی تھی اور کسی سے

بات کیے بغیر اوپر چلی گئی تھی۔ وہ جب تک اس سے کچھ کہہ سن نہ لیتا' اسے سکون نہ آتا۔ اسی لئے گھر واپس نہیں گیا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری جب وہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔ اس کو دیکھ کے وہ چونک کے سیدھا ہوا۔ داتن نے بھی میز پہ برتن رکھتے غور سے اسے دیکھا۔

عام دنوں کے برعکس وہ آج مختلف طریقے سے تیار ہوئی تھی۔ اس نے سفید ٹراؤزر پہ اے لائن سبز برساتی نما کوٹ پہن رکھا تھا جس کی ہڈ پیچھے کو گری تھی۔ کمر کے گرد بیلٹ تھی اور وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے ان کے قریب چلتی آ رہی تھی۔ سنہرے بال اب سیاہ اور چھوٹے ہو چکے تھے۔ اتنے چھوٹے کہ گردن کی ہڈی کو بمشکل چھوتے تھے۔ چہرہ سنجیدہ تھا۔ باب کٹ چھوٹے بالوں اور ہیئر بینڈ کی وجہ سے وہ ایک دم کم عمر نظر آنے لگی تھی۔

داتن نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ وہ اب کرسی کھینچ کے بیٹھ رہی تھی۔

''کوئی نیا Con؟ کوئی نیا کردار؟'' اس کے حلیے پہ سوال اٹھایا تو تالیہ نے سپاٹ سی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''ہاں۔ وہی جو میرا اصل ہے۔'' اور چہرہ جھکا کے دلیے کا پیالہ اپنے قریب کیا۔

''یعنی اب تم تالیہ مراد بن چکی ہو۔'' داتن نے گہری سانس لی۔

''نہیں داتن۔ یہ اس وقت تالیہ مراد نہیں ہیں۔'' وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''یہ تالیہ مراد اس روز بنی تھیں جب بیسمنٹ میں ہم دونوں کو بٹھا کے انہوں نے اپنا کردار لکھوایا تھا۔ وہ باس لیڈی تالیہ مراد جس نے وان فاتح کے پاس جاب کے لئے جانا تھا۔ جو سب کچھ کر سکتی تھی۔''

تالیہ خاموشی سے چمچ بھر بھر کے دلیہ کھانے لگی۔ داتن نے حیرانی سے ایڈم کو دیکھا۔

''اگر تالیہ ابھی تالیہ مراد نہیں ہے تو کیا ہے؟''

"حالم!" اس نے مسکرا کے اس کے حلیے کی طرف اشارہ کیا۔ دلیے کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے تالیہ بھی مدھم سا مسکرائی۔ داتن نے چونک کے دوبارہ اس کا ہڈ والا کوٹ دیکھا۔ نظر کا انداز بدلا تو وہ ایک دم اسے پرائیوٹ انویسٹی گیٹر لگنے لگی۔

"تو اب تم حالم ہو۔ اس تبدیلی کی وجہ؟"

تالیہ نے شانے اچکائے۔ وہ بالکل نارمل لگ رہی تھی۔

"کل جب میں کے ایل کی سڑکوں پہ بے مقصد پھر رہی تھی تو میں نے ایک سوپ کارٹ والے کو دیکھا۔ میں اس کے قریب گئی تو مجھے کچھ نظر آیا۔" وہ چمچ دلیے میں چلاتی دور خلا میں دیکھ کے کہنے لگی۔ انداز دوستانہ تھا ورنہ ایڈم کو ڈر تھا کہ اب کتنے ہی دن وہ بات نہیں کرے گی یا اگر بولی تو روکھا پھیکا گم صم انداز ہو گا مگر وہ صاف گوئی سے اپنے دو بہترین دوستوں کو اپنی کیفیات بتا رہی تھی۔

"میں نے اس کے برتن میں سرخ خون بھرتے دیکھا۔ مگر میں آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی جب اس کی چیخوں کی آواز آئی۔ وہ آدمی سڑک کراس کرتے ہوئے کسی کار کے نیچے آ گیا تھا۔"

اس نے گہری سانس لے کر دلیے کا چمچ منہ میں رکھا۔ وہ دونوں خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ جس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔

"سات سال پہلے جب میں اس ملک میں آئی تھی تو مجھے دوسروں کے بارے میں سچے خواب دکھائی دینے لگے تھے لیکن چند ماہ قبل جب میں نے تنگو کامل کے گھر کام شروع کیا تو وہ خواب کم سے کم ہوتے گئے کیونکہ میں اس جادوئی سکے کے قریب تھی۔ میری دوسری ساری حسیات کم ہو گئیں اور صرف ایک شے رہ گئی۔ اس سکے کا حصول۔ ورنہ پہلے میں راہ چلتے لوگوں کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لیتی تھی۔ سکہ اور بریسلیٹ جب آیا تو مجھے صرف اپنے بارے میں خواب دکھائی دینے لگے۔ پہلے میں خود غرض ہو گئی تھی اور ملاکہ جا کے مجھے صرف اپنے سروائیول' اپنی تکلیف کا خیال رہا تھا۔ مگر کل جب میں نے وان فاتح

کے دفتر سے استعفیٰ دیا تو جانتے ہو ایڈم کیا ہوا؟"

اس نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ صرف ایڈم کو دیکھا۔

"ہر چیز خالی ہو گئی۔ مستقبل کے خواب' ماضی کے غم اور حال کی جدوجہد' کچھ بھی نہ رہا.....تالیہ مراد کے پاس "فکر کرنے" کو کچھ بھی نہ رہا۔ اور اسی لیے میں نے کسی اور کا مستقبل دیکھا.....مجھے میری کھوئی ہوئی صلاحیت واپس ملی تو مجھے یاد آیا کہ میں کیا تھی۔"

"حالم! آپ حالم تھیں۔" ایڈم دھیرے سے بولا تو سفید ہیئر بینڈ والی لڑکی مسکرائی۔

"ہاں۔ میں حالم ہوں۔ کے ایل کی ایک ماہر اسکام انویسٹی گیٹر۔ جب کسی کے ساتھ فراڈ ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتا ہے۔ مگر میں صرف ان لوگوں کے مسئلے حل کرتی تھی جن کے مسئلے میں نے خود پیدا کیے ہوتے تھے۔"

"اور اب آپ لوگوں کے اصل مسئلے حل کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہاں۔ جانتے ہو میں نے حالم والا فون چیک کیا تو دو تین ماہ کی ان گنت مسئلے اور کیسز نظر آئے۔ اور مجھے اپنی زندگی کا مقصد مل گیا ہے۔ آج سے مجھے اپنے پہلے کیس پہ کام کرنا ہے۔" پھر وہ خاموش ہو کے دلیہ کھانے لگی تو داتن نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو؟ وان فاتح سے الگ ہونے کی تلخی اور......"

"فاتح پہ مجھے بہت غصہ ہے۔ انہوں نے مجھے دکھ دیا ہے' میرے آئیڈیلزم اور فین ڈم کے بلبلے کو توڑا ہے مگر داتن...." وہ مسکرا کے داتن کی طرف چہرہ موڑ کے بولی۔ "میں نے پچھلا ڈیڑھ ماہ اس دنیا میں اور چار ماہ ملاکہ میں ان کے ساتھ گزارے ہیں اور جانتی ہو انہوں نے مجھے کیا سکھایا ہے؟"

"کسی ایک برے تجربے کو لے کر مایوس نہ ہو جانا اور گرنے کے بعد ہنس کے دوبارہ اٹھ کھڑے ہونا۔"

ایڈم نے جواب دیا تھا۔

"ان سے میری ساری شکایتیں سارے گلے ایک طرف' لیکن ان سے الگ ہو جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تالیہ سر منہ لپیٹ کے بیٹھ جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ تالیہ اپنا کام کرتی رہے گی۔ یہ انہوں نے ہی مجھے سکھایا ہے۔" اور اداس مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا کے دلیہ کھانے لگی۔ کتنے ہی لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

"پے تالیہ....." وہ دکھ سے اسے دیکھ کے بولا۔ "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے ہر غم سے آپ کو نکالنے کے لئے۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی اور آنکھیں اٹھائیں۔ "کوئی کسی کو کسی غم سے نہیں نکال سکتا' ایڈم۔ انسان کو ہر چیز سے خود ہی نکلنا ہوتا ہے۔"

ناشتے کی میز پہ خاموشی چھا گئی۔ وہ چپ چاپ دلیہ کھاتی رہی اور وہ دونوں اسے دیکھتے رہے۔ پھر داتن کھنکھاری۔

"تو پہلا کلائنٹ کون ہے حالم کا؟"

تالیہ نے نیپکین سے لب تھپتھپائے اور ہاتھ پونچھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پہلا کلائنٹ ایڈم بن محمد ہے جس کو سائمن فوسٹر نامی صحافی نے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے سائمن فوسٹر سے اپائنمنٹ لی ہے اور آج شام ہم اس کے پاس جا رہے ہیں۔ تم گھر جا کے اپنے کام کرو۔ شام کو میں تمہیں اس کی آفس بلڈنگ میں ملوں گی۔"

ایڈم کا منہ بے یقینی سے کھل گیا تھا۔ سبز برساتی والی لڑکی اب اپنے موبائل پہ کچھ دیکھتی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس کو بینک جانا تھا۔ کچھ بلز ادا کرنے تھے۔ کچھ خریداری کرنی تھی۔ غرض وہ اپنی زندگی میں واپس آ چکی تھی۔

وان فاتح کے بغیر والی زندگی میں۔

فاتح کو مِس کرنے کا وقت آج سے شروع ہونا تھا۔ اسے لوگوں کو مِس کرنے کی عادت نہیں تھی مگر اسے مِس کرنے کا فن آتا تھا۔ اور جو اسے کرنا آتا تھا' وہ اس کی جان بچائے رکھ سکتا تھا۔

البتہ دل کی کوئی گارنٹی نہ تھی۔

☆☆==========☆☆

بی این چیئر مین کے آفس میں اس وقت کافی لوگ موجود تھے۔ کیمرہ مین اپنے کیمرے ایڈ جسٹ کر رہے تھے۔ دیگر عملہ لائیٹنگ سیٹ کر رہا تھا اور اینکر موبد اپنے نوٹس پڑھ رہا تھا۔ میز کے اس پار بیٹھا فاتح عینک لگائے چہرہ جھکائے اپنے فون پہ مصروف تھا۔ دفعتاً ڈائریکٹر نے بریک کے بعد واپس آنے کا اعلان کیا تو فاتح نے عینک اتار کے میز پہ رکھ دی اور چہرے پہ مسکراہٹ واپس لے آیا۔ موبد نے بھی ٹائی درست کی اور انٹرویو کا دوسرا حصہ شروع کیا۔

"فاتح صاحب.... ابھی تک ہم آپ سے چیئر مین بننے کے بعد درپیش چیلنجز کی بات کر رہے تھے۔ اب ہم اس ایک سوال کی طرف آتے ہیں جو آپ کے سپورٹرز اور ناقدین کے ذہن میں ہے۔" موبد پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ دونوں کے درمیان فاتح کی آفس ٹیبل حائل تھی۔ "آپ نے بانگِ دہل کہا تھا کہ آپ کسی معروفاً کرپٹ آدمی کو پارٹی میں نہیں لیں گے لیکن چیئر مین بنتے ہی آپ نے ہشام جرجیس جیسے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔"

اپنی اونچی کرسی پہ بیٹھے فاتح نے مسکرا کے سر جھٹکا۔ سرمئی سوٹ میں ملبوس' بال دائیں جانب جمائے' صاف رنگت اور وجیہہ شخصیت والا چیئر مین مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"موبد جب میں چھوٹا تھا تو مجھے اپنے والد کی کچھ باتیں بہت بری لگتی تھیں اور میں کہتا تھا کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا لیکن جب میں خود باپ بنا تو میں نے اپنے آپ کو وہی کرتے پایا جو میرے والد کیا کرتے تھے اور میں نے تب جانا کہ انسان بہت سی باتیں ناتجربہ کاری کے باعث کہتا ہے جو بعد میں غلط

ثابت ہو جاتی ہیں۔ اب اس صورتحال کو ڈیل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو میں اپنی بات سے مکر جاؤں کہ میرا وہ مطلب نہیں تھا... یا پھر....''

اس نے گہری سانس لی۔ کیمرا مین اس کے چہرے کی قریب سے عکسبندی کر رہا تھا۔

''یا پھر.... آپ صاف گوئی سے اس بات کو تسلیم کریں کہ آپ نے جذبات میں ایک ایسی بات کہہ دی جس کی حقیقت اس وقت آپ نہیں جانتے تھے۔ انسان ہر پل grow کرتا ہے' کچھ سیکھتا ہے۔ میں جب چیئرمین بنا تو میں نے جانا کہ چیئرمین اپنی پارٹی کا باپ ہوتا ہے اور باپ کو بعض فیصلے مجبوری میں کرنے پڑتے ہیں جن کی مصلحت اولاد کو برسوں بعد سمجھ آتی ہے۔ باپ اپنی انا کو مقدم نہیں رکھتا کہ اگر میں اپنی بات سے پھرا تو میری ناک کٹ جائے گی۔ باپ اپنی اولاد کی بہتری کو اپنی انا پہ ترجیح دیتا ہے۔ بھلے اس کی ناک کٹ جائے' بھلے لوگ تنقید کریں' مگر اسے اپنی اولاد کے مستقبل کے لئے بہتر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔''

موہد کے چہرے سے لگتا تھا وہ کسی متنازعہ جواب کی توقع کر رہا تھا مگر فاتح رامزل بڑے سادہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''جب میں نے صوفیہ رحمٰن کے ساتھ ایک اسٹیج پہ کھڑے ہو کے یہ اعلان کیا تھا کہ میں کسی کرپٹ آدمی کو اپنے ساتھ شامل نہیں کروں گا' تو میں وان فاتح بن کے کہہ رہا تھا۔ سیاست میں ہم ایسے بیان دے دیا کرتے ہیں لیکن چیئرمین بننے کے بعد میرے اوپر ایک ذمہ داری عائد ہوگئی۔ میں اب صرف وان فاتح نہیں ہوں۔ میں اپنی پارٹی کی اگلے الیکشن میں جیت یا ہار کا ذمہ دار ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ مان لیا کہ وہ ناتجربہ کاری میں دیا گیا ایک سیاسی بیان تھا اور معروف کرپٹ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنا آپ کی سیاسی مجبوری ہے' کیونکہ یہ بات درست ہے کہ صبا میں جرجیس صاحب کو ساتھ ملائے بغیر کوئی الیکشن نہیں جیت سکتا۔ وہ جتنے بھی کرپٹ ہو جائیں' صبا کے لوگ ہمیشہ انہی کو ووٹ

دیتے ہیں۔ وہاں سے آپ کو کم از کم بھی بیس سیٹیں مل جائیں گی اور یہ بیس سیٹیں آپ کو وزیرِ اعظم بنوا سکتی ہیں.... لیکن....“ موبد رکا اور دوبارہ سے کھنکھارا۔ ”لیکن فاتح صاحب' کیا جرجیس جیسے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کے آپ معاشرے میں وہ 'بہتری' لا سکیں گے جس کے آپ نے عوام سے وعدے کیے تھے؟ کیا یہ لوگ آپ کو یہ سب کرنے دیں گے کیونکہ اگر انصاف آ گیا تو یہ خود جیل جائیں گے۔“

”دیکھو پہلی بات موبد' جرجیس پہ کوئی بھی کرپشن کیس ثابت نہیں ہوا۔ (اس بات پہ موبد نے برا سا منہ بنایا مگر اس نے بات جاری رکھی) اور یہ میری نہیں' صوفیہ رحمٰن کی حکومت ہے۔ اگر جرجیس کرپٹ ہے تو اسے گرفتار کریں اور اس پہ مقدمہ چلائیں۔ صوفیہ صاحبہ آئے روز کہہ رہی ہیں کہ فاتح نے کرپٹ لوگوں کو شامل کر لیا۔ تو وزیرِ اعظم صاحبہ اس کو جیل میں کیوں نہیں ڈالتیں؟ جرجیس کو لینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہر ایک کو پارٹی میں لے لوں گا۔ میں صوفیہ رحمٰن جیسے لوگوں کو نہیں لے سکتا جو اتنے کرپٹ ہوں کہ ان کا نام ہانگ کانگ پیپرز میں ہو۔“

”سر.... ہانگ کانگ پیپرز تو ایک روز اخبار کی زینت بنے اور اگلے روز غائب ہو گئے۔ کسی کو وہ یاد بھی نہیں۔ سائمن فوسٹر کے نام کی وجہ سے پہلے روز اخبار بکا اور پھر دوسری خبروں نے اس خبر کو دبا دیا۔ اب تو کوئی صوفیہ رحمٰن صاحبہ سے ان کی آف شور کمپنی کے بارے میں سوال بھی نہیں پوچھتا۔ اس لئے ہانگ کانگ پیپرز کو تو آپ رہنے دیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ چلیں جرجیس کی آپ برائی نہیں کریں گے کیونکہ اب وہ آپ کی ٹیم کا حصہ ہے' لیکن فاتح صاحب.... اس طرح کے grey سیاستدانوں کو لے کر کیا آپ معاشرے میں تبدیلی لا سکتے ہیں؟“

”موبد۔ یہاں ہر شخص grey ہے۔ یقین کرو مجھے آج تک وہ سنو وائٹ سیاستدان نہیں ملا جس کی میڈیا کو تلاش رہتی ہے۔ میں ایسے سیاستدان کہاں سے لاؤں؟ شریف لوگ سیاست میں آتے نہیں ہیں اور جو آتے ہیں' مخالف ان پہ کیچڑ اچھال کے ان کو داغدار کر دیتے ہیں۔ جو سیاستدان اس ملک

میں بچے ہیں مجھے انہی کے ساتھ گزارا کرنا پڑے گا۔ اب تم مجھے ایک بات بتاؤ۔ ایک سیاستدان کا کام کیا ہوتا ہے؟"

"سوری سر؟" موہد کو سمجھ نہ آیا۔

"میری پارٹی کے ممبرز جب الیکشن جیت کے پارلیمنٹ میں جائیں گے تو ان کا کام کیا ہوگا؟ سڑکیں بنانا؟ اپنے حلقے میں اسکول کھولنا؟ ہسپتال بنانا؟ لوگوں کی غربت دور کرنا؟ یہ سب؟"

اس نے خود ہی نفی میں سر ہلایا۔

"ہرگز نہیں۔ ممبر پارلیمنٹ کا کام گھر گھر جا کے مسئلے حل کرنا یا سڑکوں کی مرمت کرنا یا نوکریاں دینا نہیں ہوتا۔ میری بات غور سے سنو۔ یہ اداروں کا کام ہوتا ہے۔ ممبر پارلیمنٹ کا کام صرف ایک ہوتا ہے۔ Legislation کرنا۔ قانون بنانا۔ پالیسی بنانا۔ ہم نے الیکشن جیت کے ہر حلقے میں اسکول نہیں کھولنے۔ ہم نے تعلیم کے لئے ایسے نئے قوانین بنانے ہیں جن کی وجہ سے ایجوکیشن کا ادارہ خود پرانے اسکولوں کو بہتر کرے اور خود نئے اسکول کھولے۔ ممبر پارلیمنٹ نے ایک ایک ہسپتال جا کے عملے پہ چھاپے نہیں مارنے ہوتے۔ اس کا کام صحت کے ایسے قوانین بنانا ہے جو محکمہ صحت خود آگے ہر ہسپتال میں نافذ کرے۔ مجھے پارلیمنٹ میں کوئی بھی نیا قانون پاس کروانے کے لئے دو تہائی لوگوں کی حمایت چاہیے۔ اگر میرے پاس کثیر تعداد میں پارلیمانی ممبران نہیں ہوں گے تو میں نئے قوانین کیسے پاس کرواؤں گا؟ اب مجھے بتاؤ موہد' پاور پالیٹکس میں یہ جوڑ توڑ کیے بغیر میں ملک میں بہتری کیسے لا سکتا ہوں؟"

"اوکے سر۔ مگر میرا سوال اب بھی وہی ہے کہ کیا جرجیس جیسے لوگ آپ کو کرپشن کے خلاف قوانین بنانے دیں گے؟ کیونکہ ایسی صورت میں وہ خود کل پکڑے جائیں گے۔"

"مجھے یہ رسک لینا پڑے گا کیونکہ دوسرا آپشن میرے پاس یہ ہے کہ میں صرف پارسا لوگوں کو ساتھ

رکھوں اور اگلے پچاس سال تک بس الیکشن ہی لڑتا رہوں۔ نہ میں پاور میں آؤں گا' نہ میں کوئی بہتری لا سکوں گا۔ بس صوفیہ رحمن جیسے لوگ پاور میں رہیں گے اور کوئی اچھے قوانین نہیں بنائیں گے۔ اب آپ بتائیں' ایک باپ اپنی اولاد کے لئے کس آپشن کو بہتر سمجھے گا؟"

وہ انٹرویو اس وقت لابی میں نصب ٹی وی اسکرین پہ دکھایا جا رہا تھا۔ سامنے ریسپشن بنا تھا اور لوگ آ جا رہے تھے۔ ایک جانب صوفے پہ بیٹھے تالیہ اور ایڈم گردنیں اٹھائے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ایڈم چیک والی شرٹ میں ملبوس' کلائی کے کف بند کیے' آگے ہو کے بیٹھا بار بار تالیہ کا چہرہ دیکھتا تھا۔ وہ بنا تاثر تھا۔

"وان فاتح غلط نہیں کہہ رہے۔" دفعتاً وہ کھنکھارا۔ "انہوں نے اپنے خواب کے اوپر سمجھوتا نہیں کیا۔ خواب کے "لئے" سمجھوتا کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو وہ کبھی پاور میں نہیں آ سکتے۔"

تالیہ نے گردن موڑ کے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ایڈم میں نے جب ان کو کھری کھری سنائی تھیں تو اس لئے نہیں کہ میں بہت Self-righteous ہوں۔ میں خود کیا تھی۔ مجھے فاتح کو الیکشن جتوانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑا... اشعر سے پیسے لینے پڑے' کتنے اسٹنٹ کرنے پڑے تم وہ سب جانتے ہو' لیکن اگر میں یہ سب کروں تو بنتا ہے۔ فاتح یہ کرے تو نہیں بنتا۔ مجھے بھی معلوم ہے کہ جو انہوں نے کیا وہ وقت کی ضرورت تھا اور میں بھی ان کو یہی مشورہ دیتی اگر انہوں نے اتنے بڑے بول نہ بولے ہوتے۔ انہوں نے جر جیس سے ہاتھ ملایا' یہ غلط نہیں ہے۔ انہوں نے قدیم ملاکہ میں مجھے بھی دوسرا اور تیسرا موقع دیا تھا۔ وہ چوروں کو سدھرنے کا موقع دینے پہ یقین رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کی پاسداری نہیں کی۔ انسان کا قول اس کا bond ہوتا ہے۔ وہ لیڈر ہیں۔ ان سے توقعات زیادہ ہیں۔ اپنے قول سے پھر کے انہوں نے خود کو ایک.... ایک...."

".....ایک انسان ثابت کیا ہے اور بس۔" ایڈم نے مسکرا کے کہا تو وہ جو لفظ ڈھونڈ رہی تھی' چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکی۔

"بچے تالیہ وہ انسان ہیں اور وہ پوری قوم کے سامنے یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ انہوں نے سیاسی شعلہ بیانی میں ایک ناممکن وعدہ کر لیا تھا۔ جرجیس کو لینا اخلاقی طور پہ غلط تھا' سیاسی طور پہ نہیں۔ غلط ان کا ناممکن وعدہ کرنا تھا۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اس سے زیادہ آپ ایک سیاستدان سے کس چیز کی توقع کرتی ہیں؟"

تالیہ نے تندہی سے اسے گھورا۔

"میں ان کو پرفیکٹ سمجھتی تھی ایڈم۔ میں نے ان کے لئے اتنا کام کیا' خود کو لائم لائٹ میں لے بھی آئی۔ اب اس اخبار کے دفتر میں چلتے پھرتے سب لوگ مجھے پہچانتے ہیں اور میں سوچ رہی ہوں کہ کیا یہ سب اتنا معنی رکھتا تھا کہ میں اتنی کوششیں کرتی؟" ابھی وہ کہہ ہی رہی تھی کہ اسکرین پہ نظر آتے موبد نے اگلا سوال جھاڑا۔

"سنا ہے آپ کی کیمپین مینیجر تالیہ مراد نے جرجیس صاحب کی شمولیت پہ احتجاجاً استعفیٰ دے دیا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے کہ اس فیصلے سے پارٹی والے بھی ناراض ہیں؟"

تالیہ کا سانس تھم گیا۔ وہ دم سادھے اسکرین کو دیکھنے لگی۔ کیمرے نے فاتح کا چہرہ دکھایا۔

"تالیہ مراد؟" اس نے دھیرے سے ہنس کے سر جھٹکا۔ "تالیہ میری کیمپین مینیجر تھی۔ اس کا کانٹریکٹ الیکشن تک تھا اور ہم سب کی خواہش تھی کہ وہ اس کے بعد بھی کام کرتی لیکن کیمپین نے اسے بہت تھکا دیا تھا۔ یونو' burnt out sydrome۔ اس لئے وہ فی الحال چھٹی پہ چلی گئی ہے اور جیسے ہی وہ واپس آئے گی آپ اس کو ہمارے ساتھ ہی پائیں گے۔ اس میں ایسا کچھ غیر معمولی نہیں ہے۔" ذرا سے شانے بھی اچکائے۔

تالیہ پلک جھپکے بنا اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کور کر رہا تھا یا اسے واپس بلا رہا تھا؟

''ایک اور سوال۔'' موبد کے اوپر کیمرہ آیا تو وہ مسکرا کے پوچھنے لگا۔ اچھا اینکر ایک آخری سوال اپنی پٹاری میں ایسا رکھتا ہے جس کے بارے میں سامنے بیٹھے مہمان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس سوال کا مقصد مہمان کو حیران کرنا یا غصہ دلانا ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مہمان اپنی مصنوعی مسکراہٹ والے خول کو چیخ دینے پہ مجبور ہو جاتا ہے اور اس کا جو نیچرل ردِعمل سامنے آتا ہے' وہ بعدازاں مشہور ہو جاتا ہے' یوٹیوب پہ اس کے کلپس چلتے ہیں اور پروگرام کی ریٹنگ بڑھتی ہے۔

''فاتح صاحب..... مصدقہ ذرائع سے خبر ملی ہے کہ آپ کی سابقہ کیمپئین مینیجر تالیہ مراد کے خلاف پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ تفتیش کر رہا ہے۔ غالباً کسی فراڈ وغیرہ کے سلسلے میں۔ آپ اس پہ کمنٹ کرنا چاہیں گے؟''

چیئرمین کی کرسی پہ بیٹھا وجیہہ صورت مرد لمحے بھر کو چپ رہ گیا۔ وہ حیران ہوا تھا۔ سوال غیر متوقع تھا۔ البتہ اس نے صرف ابرو اکٹھے کیے اور اچنبھے سے موبد کو دیکھا۔

''مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے مگر لوگ پر کا پرندہ بنا دیا کرتے ہیں۔ آئی ایم شیور یہ کوئی غلط فہمی ہو گی کیونکہ تالیہ مراد ایک بہت قابلِ بھروسہ' کریڈیبل اور معزز خاتون ہیں اور عموماً ایسی خواتین جب سیاست میں آتی ہیں تو ان کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اگر تالیہ کے ساتھ ایسا کچھ ہو رہا ہے تو یقیناً حکومتی پارٹی ان کو ٹارگٹ کر رہی ہے۔''

اعتماد سے جواب آیا۔ سوائے حیرانی کے اس کے چہرے پہ ایسا کوئی تاثر نہ تھا۔ نہ بداعتمادی' نہ پریشانی۔ وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

''تو فاتح کے ساتھ کام نے مجھے دوری نگارہ ملایو (ملائیشیاء کا قومی کانٹا) بنا دیا ہے؟'' وہ کرب سے بولی تھی۔ ''میں تو بنگا رایا ملایو تھی ایڈم۔ یہ لوگ اب مجھ پہ ایسے کیچڑ اچھالیں گے؟''

”کچھ نہیں ہوگا چے تالیہ۔ اور.... سائمن۔“ اس نے ایک دم کھنکھار کے توجہ راہداری کی طرف مبذول کروائی تو وہ چونکی۔ گردن موڑ کے دیکھا تو سامنے طویل راہداری میں سائمن فوسٹر دو افراد کے ہمراہ کھڑا کچھ کاغذات دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور اٹھی۔ ایڈم بھی ساتھ ہی اٹھا۔

”اب ہم کیا کہیں گے سائمن کو؟ وہ تو مجھے کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اپنی اسٹوری کا کریڈٹ مجھے کیسے دے گا؟“ ایڈم کو یہی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ تالیہ اسے کیسے دھمکائے گی یا بلیک میل کرے گی کہ وہ عوم کے سامنے اپنی چوری کا اعتراف کرنے پہ مجبور ہو جائے اور ایڈم سے معافی مانگے۔

”بہت آسان۔“ وہ ہڈ کو سر کے اوپر کرتے ہوئے حتمی لہجے میں بولی۔ ”ہم سائمن فوسٹر کو اس کی اوقات یاد دلا دیں گے۔ میرے ساتھ آؤ۔“ اس کے جارحانہ انداز نے ایڈم کے اندر نئی روح پھونک دی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔ سائمن کے قریب جاتے ہوئے ڈھیروں اشتعال اندر ابلنے لگا تھا۔ وہ دونوں اس کے قریب آئے تو سائمن نے ساتھ موجود افراد کو جانے کا کہہ دیا اور سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔

”اوہ ایڈم۔ کیسے ہو تم۔“ پھر اسے نظر انداز کر کے تالیہ کو دیکھا۔ ”چے تالیہ آپ کیسی ہیں؟ بہت اچھی کیمپین چلائی آپ نے فاتح رامزل کی۔“ وہ خوشدلی سے انگریزی میں گویا ہوا۔ ایڈم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اور کچھ سخت کہنے ہی لگا کہ......

”اوہ سائمن.... میں تو خود آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ آپ کی اسٹوریز تو ہم جیسے لوگوں کو سچ کا ساتھ دینے کی ہمت دیتی ہیں۔ اور وہ ہانگ کانگ پیپرز والی اسٹوری تو بہت زبردست تھی۔“ وہ اپنے دونوں ہاتھ باہم ملائے کسی فین گرل کی طرح مرعوب ہو کے کہہ رہی تھی۔ ایڈم کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ منہ کھل گیا۔ بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں چے تالیہ۔" سائمن تفاخر سے مسکرایا۔

"اور آپ کو پتہ ہے....ایڈم میرا دوست ہے اور میں سب سے زیادہ آپ کی شکر گزار اس لئے ہوں کہ آپ نے اپنے سورس کو مخفی رکھا۔" راز دارانہ انداز میں ایڈم کی طرف اشارہ کیا اور آواز دھیمی کی۔

"پلیز آپ اس کا نام راز میں رکھیے گا ورنہ ہر کوئی آپ کی طرح نڈر نہیں ہوتا کہ بارسوخ افراد سے لڑائی مول لے۔ ایڈم تو ویسے ہی بہت ڈرپوک ہے۔ اب بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں سائمن صاحب میرا نام نہ بتا دیں کسی کو۔ میں نے سوچا اس کو ساتھ لے آؤں اور تسلی کروا دوں کہ آپ اس کا نام نہیں لیں گے۔"

وہ تینوں راہداری میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ایڈم اب بس تالیہ کو گھورے جا رہا تھا۔

"اوہو۔ فکر کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ ایڈم نے جس طرح رازداری سے مواد میرے حوالے کیا تھا میں اس کا اعتماد توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایڈم تم فکر نہ کرو۔"

سائمن نے بڑے بھائیوں والے انداز میں ایڈم کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ "تمہارا نام کہیں نہیں آئے گا' یہ میرا وعدہ ہے۔"

اور سارے جھگڑے اس نام کے ہی تو تھے۔ وہ اتنا ششدر تھا کہ کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ بس سر ہلا دیا۔

"اچھا سائمن ایک اور بات۔" وہ ذرا تشویش سے بولی۔ "آپ نے جو دس نام لیک کیے وہ اب اپنی اہمیت کھو رہے ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ ای میلز جو ایڈم کے پاس ہیں ہمیں ان سب سے مزید نام لے کر لیک کرنا چاہیے ہیں بمع ثبوت تاکہ یہ اسٹوری زیادہ مشہور ہو۔"

"ہاں بالکل میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اور میں ایڈم سے اسی سلسلے میں کانٹیکٹ کرنا چاہتا تھا مگر مصروفیت کے باعث کر نہیں سکا۔"

(مصروفیت یا شرمندگی کے باعث؟) ایڈم تندہی سے اسے دیکھ کے رہ گیا۔

"مگر سائمن اس دفعہ ہم انہیں صرف ایک نیوز اسٹوری کے طور پہ نہیں چھاپیں گے۔ کیونکہ اب آپ

دونوں کے پاس میرے جیسی سیاسی اسٹریٹجسٹ موجود ہے۔" وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی۔ "ہم ان ناموں کو بھرپور منصوبہ بندی سے لانچ کریں گے۔ اور بے فکر رہیں، میں فیس نہیں لوں گی مگر میری صرف ایک شرط ہے کہ میرے دوست کا نام راز رہے گا۔ میڈیا پہ ہر جگہ آپ کا ہی نام آنا چاہیے۔"

"آف کورس۔ بالکل فکر نہ کیجیے۔" وہ خوشدلی سے بولا۔ "تو کیا اسٹریٹجی ہے آپ کے ذہن میں؟" ساتھ ہی اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ وہ غالباً کہیں جانے کے لئے لیٹ ہو رہا تھا۔

"آپ کے پاس وقت کم ہے سو فی الحال ہم ایک ٹوئیٹر ہینڈل سے آغاز کرتے ہیں۔" تالیہ نے اس کے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔ "میں نے آپ کو ایک نئے ہینڈل کا لنک ڈی ایم کیا ہے۔ آپ اس کو اپنے ٹوئیٹر سے شیئر کر دیں تا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔"

سائمن نے فون نکالا اور اسکرین روشن کی۔ پھر ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ "دی ہانگ کانگ پیپرز۔ واہ۔" وہ اب اسکرین کو اوپر کرتا اس نئے ہینڈل کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم اس ہینڈل کے ذریعے ایک ہائپ بنائیں گے۔ پھر ویب سائیٹ لانچ کریں گے۔ 'مزید نام کمنگ سون ہیں' کے جیسی خبریں لگائیں گے۔ جب تک ہم لوگوں کی توجہ گھیرنے میں کامیاب ہو جائیں گے' ایڈم مزید نام نکال چکا ہوگا۔ ہم آہستہ آہستہ نام دیتے جائیں گے تا کہ یہ خبر مر نہ جائے بلکہ لوگوں کو انتظار رہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ فرنٹ پہ آپ ہوں گے اور بیک پہ میں اور ایڈم۔" وہ متانت سے اسے سمجھا رہی تھی اور سائمن تائیدی انداز میں سر ہلا رہا تھا۔

"اگر یہ خبر بین الاقوامی لیول پہ اٹھائی جائے تو سائمن آپ کسی انٹرنیشنل ایوارڈ کے لئے نامزد ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ صرف تب ہوگا جب ہم اس کی پروموشن درست طریقے سے کریں۔" وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی اور ایڈم خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ (ایک دفعہ بنگارایا ملایو کا آخری باب لکھنا نصیب ہو مجھے.... ایسے شاندار طریقے سے شہزادی تاشہ کا انجام لکھوں گا کہ یاد کریں گی۔)

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ سائمن کی بھی فین ہیں۔" باہر کار کی طرف جاتے ہوئے وہ خفگی سے بولا۔
"تمہیں لگا تھا میں اس کو ڈراؤں' دھمکاؤں گی؟ یا بلیک میل کروں گی؟" وہ سنجیدہ شکل بنائے چلتی جا رہی تھی۔ سائمن سے ملاقات ختم ہوئی تو فاتح کے انٹرویو کے بعد والے تاثرات چہرے پہ چھا گئے تھے۔

"تو ہم اور کس لئے گئے تھے وہاں؟"

"ایڈم بن محمد!" وہ اس کی طرف گھومی اور آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے غور سے اسے دیکھا۔ "میں لوگوں کو بلیک میل نہیں کرتی نہ ان کو ڈراتی دھمکاتی ہوں۔ کیا تم ابھی تک تالیہ کو نہیں جانتے؟ میں لوگوں کو صرف لالچ دیتی ہوں۔ سنہرے مستقبل کا لالچ۔ ایک کون آرٹسٹ لوگوں سے کانفیڈینس گیم کھیلتا ہے۔ وہ جس چیز پہ سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں' وہ اسی کو استعمال کرتا ہے۔ جانتے ہو انسان کو سب سے زیادہ اعتماد کس چیز پہ ہوتا ہے؟"

"کس پہ؟"

"اپنے خوابوں کے پورا ہونے پہ۔ ہم سب کو لگتا ہے کہ ایک دن ہم بہت امیر ہو جائیں گے یا بہت خوبصورت ہو جائیں گے یا گناہ معاف کروا کے جنت میں چلے جائیں گے یا جو کیریئر چاہتے ہیں وہ بنا لیں گے۔ خوابوں کے لئے کوئی محنت کرے یا نہ کرے' یہ امید اکثر انسانوں کو ہوتی ہے کہ ایک دن وہ سب کچھ پا لیں گے۔ کون آرٹسٹ صرف ٹارگٹ کے خوابوں کو پورا کرنے کی صورت نکال کے دیتا ہے۔ اور سائمن کا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟"

"آپ کو پتہ ہوگا۔ آپ اس کی فین ہیں۔" وہ ہنوز ناراض تھا۔

"وہی جو تمہارا اور ہر صحافی کا خواب ہوتا ہے۔ کہ ایک دن اس کی کوئی اسٹوری اتنی مشہور ہو کہ وہ اسے بین الاقوامی ایوارڈ جتوائے۔ خواب انسان کا بلائنڈ اسپاٹ ہوتے ہیں۔ وہ ان کے لئے ہر خطرہ مول لے لیتا ہے۔ سائمن بھی لے گا۔"

''تو ہم سائمن کو Con کر رہے ہیں؟'' وہ اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا تھا اور وہاں چھایا سی تھی۔

''جو ہمیں کرنا آتا ہے وہی ہماری جان بچائے رکھتا ہے ایڈم اور تالیہ کو صرف لوگوں کو Con کرنا آتا ہے۔ ایسے ہے تو ایسے ہی سہی۔'' کندھے اچکا کے وہ کار کی طرف بڑھ گئی۔

ایڈم کو ڈراپ کرنے تک وہ اس کو اپنے پلان سے آگاہ کرتی آئی تھی۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

''میں آپ سے ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔'' وہ موضوع سے ہٹ کے کہنے لگا۔ ''پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ اور حکومتی پارٹی نے آپ کو political victimisation کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ آپ کو دوری نگارہ ملایو کے طور پہ پیش کر رہے ہیں۔ ملایا کا قومی کانٹا۔ ساری قوم کا کانٹا۔ مگر نہیں چے تالیہ۔'' وہ مسکرا کے اسے دیکھ کے بولا۔ ''آپ بنگارا یا ملایو تھیں۔ ملایا کا پھول۔ اور وہی رہیں گی۔ ملایا کا کانٹا صوفیہ رحمن جیسے لوگ ہیں اور ہمیں اپنے ملک کو ان سے آزاد کرنا ہے۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے وہ کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ اس کا گھر آ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے برآمدے کے اسٹیپ پہ تنہا بیٹھا تھا۔ باغیچے پہ بادلوں کی چھایا تھی کیونکہ آج سورج نے سارے شہر سے پردہ کر رکھا تھا۔ مرغی اور اس کے چوزے جانے کہاں گم تھے۔ ماں نے بتایا تھا کہ رات کو بلی ایک چوزہ اٹھا لے گئی تھی اس لئے آج مرغی اپنے بچوں کے ساتھ کہیں چھپی بیٹھی تھی۔

ایڈم نے ایک نظر اپنے اطراف میں پھیلے خوبصورت منظر کو دیکھا اور پھر گھٹنوں پہ رکھے کاغذوں کو۔ پھر اس نے قلم کھولا اور پہلے صفحے پہ جلی حروف میں لکھنے لگا۔

''دوری نگارہ ملایو۔

از ایڈم بن محمد۔''

ایک کتاب اس نے قدیم ملاکہ میں لکھی تھی۔

ایک کتاب وہ اب لکھنے جا رہا تھا۔

پہلی کا نام اس نے ایک مورخ کے بستے میں رکھے کاغذات سے چرایا تھا۔

دوسری کا نام اس نے چے تالیہ کی گفتگو سے چرایا تھا۔

کیونکہ رائٹرز بہترین چور ہوتے ہیں۔

☆☆=========☆☆

اگلی صبح حالم کا بنگلہ دھوپ میں نکھرا کھڑا تھا۔ لان کی گھاس آج خشک تھی اور اس کے سنہرے پن کو لاؤنج کی قدم آدم کھڑکیوں سے بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ کھڑکی کے سامنے صوفے پہ بیٹھی داتن ٹی وی دیکھتے ہوئے مولٹن لاوا کھا رہی تھی جبکہ تالیہ کچن کی سینٹرل میز پہ موجود اپنے ناشتے کے ساتھ ساتھ حالم کے سیاہ موبائل پہ مسلسل پیغامات دیکھنے میں مصروف تھی۔

گھنٹی بجی تو داتن نے پہلے بےزاری سے دروازے کو دیکھا اور پھر تالیہ کو۔ نظروں سے اس نے تالیہ اور اپنا دروازے تک کا فاصلہ ناپا۔ تالیہ دور تھی۔ داتن قریب تھی یعنی کہ اسے ہی اٹھنا تھا۔ خفگی سے پلیٹ رکھی اور چاکلیٹ بھرا انگلی کا پورا منہ میں رکھتی وہ اٹھ کے دروازے تک آئی۔

”آپ کی پیشکش ابھی تک موثر ہے کیا؟“ دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے ایڈم نے بےقراری سے پوچھا۔ داتن نے ایک نظر اپنے ہاتھ پہ لگی چاکلیٹ کو دیکھا اور پھر اس نوجوان کو گھورا۔

”سامنے تین فرلانگ دور ایک بیکری موجود ہے۔ جو کھانا ہے وہیں سے کھاؤ۔ میرے مولٹن لاوا پہ نظر مت رکھو۔ اچھا۔“

”میں اس آفر کی بات کر رہا ہوں جو آپ نے مجھے کچھ دن پہلے دی تھی۔ سیلون، جم، سیلف گرومنگ۔“

داتن کے تاثرات بدلے۔ ابرو اٹھائی اور مسکرا کے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ وہ کچھ اداس اور کچھ بےچین نظر آتا تھا۔

"تو تم خود کو گروم کرنا چاہتے ہو؟" کنکھیوں سے اندر کچن میں بیٹھی کام کرتی نظر آتی تالیہ کو بھی دیکھا۔

"کل جب ہم سائمن کے پاس گئے تو اس نے چے تالیہ کی بات دھیان سے سنی اور ان کی ہر بات کو اہمیت دی۔ جانتی ہیں کیوں؟ کیونکہ چے تالیہ لوگوں پہ ایک گہرا امپریشن چھوڑ کے جاتی ہیں۔ میری قدر اس نے اس لئے نہیں کی کیونکہ ایڈم بن محمد کسی پہ امپریشن نہیں چھوڑتا۔ مجھے چے تالیہ کے لئے خود کو نہیں بدلنا' داتن۔ مجھے اپنے لئے خود کو بدلنا ہے تاکہ میں اپنی نظر میں معتبر ہو سکوں۔ تاکہ میں جب امیر لوگوں کے درمیان بیٹھوں تو کسی کی امارت مجھے متاثر نہ کرے۔ جب میں طاقتور لوگوں کو دیکھوں تو کسی کی طاقت مجھے ڈرا نہ سکے۔ میں اپنی شخصیت میں وہ اعتماد لانا چاہتا ہوں جس کی مجھ میں کمی ہے۔ اور یہ ایڈم کے لئے ہوگا۔ یہ ایڈم کے اپنے لئے ہی ہونا چاہیے تھا۔"

داتن نے گہری سانس لی اور سر ہلایا۔

"گڈ۔ یعنی آج سے ہم ایڈم بن محمد کو اس کے احساسِ کمتری اور Low self esteem سے نکالنے جا رہے ہیں۔ اس سب کے لئے امیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اپنی ذات پہ اعتماد ضروری ہے اور یہ تب آتا ہے جب آپ دنیا کے مختلف رنگ دیکھتے ہیں اور اتنے لوگوں سے ملتے ہیں کہ اپنا آپ ان سے بہت منفرد نظر آنے لگتا ہے۔ تب آپ جانتے ہیں کہ آپ اصل میں کیا ہیں۔ مشکل مرحلہ اپنے اصل کو قبول کر لینا ہے۔ جب انسان یہ کر لیتا ہے تو وہ نڈر ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سیلف اسٹیم بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اپنے لئے خود ہی کافی ہو جاتا ہے۔ ابھی تک تم نے دو طرح کی دنیائیں دیکھی ہیں۔ قدیم ملاکہ اور اپنا مرغیوں کے ڈربے والا گھر۔ No Offence مگر اب چوزوں کے بڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

داتن کسی فلسفی کی طرح سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

اندر کچن میں بیٹھی تالیہ کے کانوں میں ان کی باتیں مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دے رہی

تھیں۔ مگر اس نے توجہ نہ دی اور فون بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ پاؤں کسی شے سے ٹکرایا۔ وہ رکی اور جھک کے دیکھا۔

اس روز ایڈم کے ہاتھ سے جو بنگارا ملایو پھسلی تھی، وہ میز کے اس طرف جا گری تھی۔ اس نے اوپر اوپر سے ہی صفائی کی تھی تو وہ ابھی تک وہیں پڑی تھی۔

وہ جھکی اور کتاب اٹھا کے سیدھی ہوئی۔ پراسیکیوٹر کو متاثر کرنے کے لئے وہ یہ کتاب لے آئی تھی مگر اس کو کھول کے دیکھا تک نہیں تھا۔

اس سنہری صبح میں تالیہ مراد نے اس کتاب کے صفحات پلٹائے تو بارہویں باب کا اختتام خود بخود کھل گیا۔

"اور تمام غلاموں کو آزاد کروا کے

بنداہارا کی بیٹی ایک دن اپنے گھوڑے پہ سوار

نکلی جنگل کی طرف

اور پھر نہ دیکھا کسی ذی نفس نے اس کے بعد اس کو۔

شاید وہ بادلوں کے اوپر چلی گئی تھی

یا ان کے پار جہانوں میں۔"

اس نے اگلا صفحہ پلٹایا۔

"باب تیرہ۔ از آدم بن محمد۔

اور جب لوٹی شہزادی تاشہ اپنے سفر سے

اپنے مورخ کے ساتھ،

تو دیکھا اس نے اپنے ملاکہ کو عجیب حالت میں۔

اور باقی سب نے اسے دیکھا مختلف روپ میں۔
سفر کسی کے بال سفید کرتا ہے تو کسی کے جھاڑ دیتا ہے
مگر شہزادی تاشہ جب سفر سے لوٹی تو
اس کے بالوں کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا....''

اس نے دھیرے سے اپنے سیاہ بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ ایڈم کی طرح اس نے کتاب بند نہیں کی۔ اسے پھینکا نہیں۔ ملعون نہیں سمجھا۔

وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے سر جھکائے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی گئی۔ اسے اپنے مستقبل کے خواب آنا بند ہو گئے تھے اور یہ کتاب واحد ذریعہ تھا اپنا مستقبل جاننے کا۔

مستقبل؟ یا پھر شاید وہ ماضی تھا؟

☆☆=========☆☆

دو ماہ بعد:

سڑک کے دونوں اطراف ہوٹلز کی بلند عمارتیں تھیں۔ آج آسمان پہ سیاہ بادل پھیلے تھے تو سڑک بھی ٹھنڈی چھایا کی لپیٹ میں تھی۔۔ بے فکر لوگ' مصروف لوگ' مضطرب لوگ' سب آگے پیچھے چلتے جا رہے تھے۔

ایسے میں سبز برساتی میں ملبوس لڑکی' سر کو ہڈ سے ڈھکے' جیبوں میں ہاتھ ڈالے مخالف سمت سے چلتی آ رہی تھی۔ چند گز دور ایک شیشوں سے ڈھکا ہوٹل تھا جس کے داخلی دروازے کے سامنے ایڈم کھڑا تھا۔ تالیہ نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی مگن سی قدم اٹھا رہی تھی۔

دفعتاً ایک چھوٹا بچہ دور سے بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کو کہنی سے تھام کے روکا۔ وہ مڑ کے اس

کی بات سننے لگی، پھر ایڈم نے دیکھا کہ اس نے سبز قمیض کی جیب سے چند نوٹ نکال کے بچے کے ہاتھ میں دیے ہیں۔ وہ بچہ بھکاری نہیں تھا مگر غریب لگتا تھا۔ پیسے لے کر وہ فوراً بھاگ گیا۔

"تو اب آپ چیریٹی بھی کرتی ہیں؟" جب وہ قریب آئی تو وہ مسکرا کے بولا۔ تالیہ نے بھی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کندھے اچکا دیے۔

"وہ بھی جائز آمدنی سے۔" ہڈ کے ہالے میں اس کا چہرہ مطمئن لگ رہا تھا۔ ہر بوجھ سے آزاد۔

"بالکل۔ اب تو آپ انویسٹی گیٹر ہیں اور لوگ آپ کو اپنے مسئلوں کے حل کے لئے بھاری رقوم دیتے ہیں۔ مگر آپ اچھا کرتی ہیں کہ دوسروں کی مدد کرتی ہیں۔ جانتی ہیں صدقات کیوں انسان کو اچھا محسوس کرواتے ہیں؟"

وہ دونوں ایک ساتھ ہوٹل کے اندر داخل ہوئے۔ سفید مرمریں فرش سے بنی لابی دوپہر کے وقت چمک رہی تھی۔ وہ ریسیپشن سے گزر کے لفٹ کی طرف جانے لگے۔

"کیوں؟" اس نے دیوار پہ لگے شیشے میں اپنے ساتھ چلتے ایڈم کا عکس دیکھ کے پوچھا۔

وہ اب چیک والی قمیض نہیں پہنتا تھا نہ اس کے بال فوجیوں کے انداز میں کٹے ہوتے تھے۔

اس نے گول گلے والی سفید شرٹ پہ پوری آستین کی سیاہ شرٹ پہن رکھی تھی جس کے بٹن کھلے تھے۔ جینز کے نیچے تسمے والے بھورے بوٹ تھے۔ بال ماتھے پہ کٹے ہوئے گرتے تھے اور ہلکی ہلکی شیو اب اس کے چہرے کا حصہ بن چکی تھی۔

"کیونکہ صدقہ انسان کو غنی کرتا ہے۔" پر اعتماد سا ایڈم اس شاندار لابی میں چلتے ہوئے ارد گرد سے بے نیاز بتا رہا تھا۔ "جو اسے محبوب ہے اس کی زنجیروں سے آزاد کرتا ہے۔ پیسہ سب کو محبوب ہوتا ہے۔ انسانوں سے آپ کسی غرض کی وجہ سے محبت کرتے ہیں یا کسی رشتے کی وجہ سے۔ مگر پیسے سے محبت کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے۔ اپنی ذات۔ صدقہ ہمارے دل کو اس محبت سے آزاد ہونا سکھاتا ہے اور جب دل

یہ سیکھ لے تو کبھی نہ کبھی وہ دوسری محبتوں سے بھی غنی ہو ہی جائے گا۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چوٹ کر گیا تھا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے سبز ہڈ والی لڑکی نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"تمہارے فلسفوں کا مجھے علم نہیں ہے مگر اتنا عرصہ لوگوں سے لیا ہی ہے۔ اب واپس دینے کا وقت ہے ایڈم۔ خیر تم نے اس ہوٹل میں سائمن کو ابھی کیوں بلوایا؟ شام تک کا انتظار کر لیتے۔"

"اس ہوٹل کی لوکیشن اچھی ہے نا۔"

لفٹ کے دروازے کھلے تو اس کی نظر سامنے لفٹ سے نکلتی دو لڑکیوں پہ پڑی۔ وہ دونوں باتیں کرتی باہر آ رہی تھیں۔ ایک اسکارف پہنے ہوئے تھی اور دوسری نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ دونوں کے ہاتھ میں کتابیں تھیں اور چہروں پہ آسودہ مسکراہٹیں۔ وہ رک کے انہیں دیکھنے لگی۔ چہرے پہ اداسی چھا گئی۔

"کچھ لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں ایڈم۔ نیک کام کرنا ان کے لئے کتنا آسان ہوتا ہے۔ خاندان کی حفاظت میں پرورش پائی' اللہ تعالٰی کے دین پہ قائم رہے' عبادت کی' اچھے کام کیے اور نیک نام رہے۔ وہ کسی کے لئے کانٹا نہیں بنتے۔"

جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔ وہ لڑکیاں اب ساتھ سے گزر کے دور جا رہی تھیں۔ ایڈم نے پلٹ کے نہیں دیکھا۔

"ہر شخص کا امتحان مختلف ہوتا ہے۔ بظاہر نیک نظر آنے والے لوگ بھی اپنے اندر ہر وقت شیطانوں سے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ ان کے بھی غم ہوتے ہیں۔ وہ بھی ٹوٹتے ہیں۔ ان کے لئے بھی کچھ اچھے کام کرنا آزمائش بنا رہتا ہے۔ کسی کے لئے پردہ' کسی کے لئے زبان کے گناہ' کسی کے لئے آنکھ کی خیانتیں اور کسی کے لئے سچ بولنا' ہر شخص کا امتحان مختلف ہوتا ہے۔ آپ اپنا موازنہ دوسروں سے نہ کریں۔ آپ اپنی زندگی میں درست سمت میں جا رہی ہیں۔"

اس نے گہری سانس لی اور غور سے ایڈم کو دیکھا۔ ''تم اپنی سناؤ۔ بدلتے جا رہے ہو۔''

''اونہوں۔ میں جو اصل میں تھا' وہی زیادہ سے زیادہ بنتا جا رہا ہوں۔''

''اور وہ کیسے؟'' اس کے اعتماد پہ تالیہ نے مسکرا کے اسے دیکھا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس کے پیچھے آیا۔

''کیونکہ جب میں امیر لوگوں کی محفلوں میں جانے لگا تو میں نے جانا کہ وہ مجھ سے بہتر نہیں ہیں۔ اس لئے میں ان کی ٹیبلو پہ بیٹھ کے چھری کانٹے کی بجائے ہاتھ سے ویسے کھاتا ہوں جیسے بچپن سے کھاتا آ رہا ہوں۔ مجھے اپنے گھر کا پتہ بتانے میں شرمندگی نہیں ہوتی۔ میں ان سے کوئی بھی سوال پوچھ سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس کھونے کو نہ اعلیٰ نوکری ہے نہ تخت و تاج۔ پارٹی چیئرمین ڈرتے ہوں گے کہ کرپٹ لوگوں سے ہاتھ نہ ملایا تو اقتدار چھن جائے گا۔ ایڈم بن محمد نہیں ڈرتا۔'' مسکرا کے کہتا وہ لفٹ میں داخل ہوا۔ تالیہ نے بٹن پریس کیا ہی تھا' انکھیوں سے نظر آیا' کوئی اور بھی اندر آیا تھا۔

''فورتھ فلور۔'' نوارد نے موبائل پہ ٹیکسٹ کرتے ہوئے حکم صادر کیا اور پھر نگاہ اٹھا کے دیکھا تو خود بھی منجمد رہ گیا۔ ایسا منجمد جیسی تالیہ ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے لب 'تو انکو' میں ڈھلنے لگے مگر خود کو روک دیا۔ سبز ہڈ والا سر ہلایا اور فوراً کا ہندسہ دبایا۔

فاتح نے ایڈم کو جیسے دیکھا ہی نہیں۔ وہ صرف تالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ سر سے پیر تک دو تین دفعہ دیکھا۔ وہ اسے مختلف لگی تھی اور تالیہ کو وہ ویسا ہی لگا تھا۔ سرمئی سوٹ ٹائی میں ملبوس' بالوں کو جیل سے دائیں طرف سمیٹے' چہرے پہ شیو کی نیلاہٹ اور تازہ دم سی مسکراہٹ لیے.... پاریسن نیشنل کا صدر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

لفٹ خاموشی سے ان تینوں کو اوپر لے جاتی گئی۔

''تم یہاں؟ کیسی ہو؟'' اس نے مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔ تالیہ نے ایک

مشکوک نظر ایڈم پہ ڈالی۔ (لوکیشن مائی فٹ۔ وہ سب جانتا تھا۔)

لمحے بھر کو تو ایڈم بھی گڑبڑا گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس وقت یہیں ملے گا لیکن وہ ان کے ساتھ بغیر سیکیورٹی کے لفٹ میں داخل بھی ہو جائے گا' یہ اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ یا شاید قسمت ان تینوں کو ایک ساتھ جوڑے رکھتی تھی۔

''ٹھیک ہوں۔ اور آپ فاتح صاحب۔'' وہ رکھائی سے اس کو دیکھ کے بولی۔ لہجے کی کڑواہٹ اتنی شدید تھی کہ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے گھورا۔ (اب صلح کرلیں۔)

''میں ٹھیک ہوں۔ اچھا ہوا تم سے ملاقات ہوگئی۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔'' وہ موبائل اٹھائے یوں کہہ رہا تھا جیسے دونوں کے درمیان کوئی تلخی نہ ہوئی ہو اور بات ختم کر کے واپس ٹیکسٹ کرنے لگ جائے گا۔ جیسے تالیہ نے اس کی ساری میز کبھی نہ الٹی ہو۔

''آپ کے پاس میرا نمبر موجود تھا' فاتح صاحب۔ آپ پوچھ لیتے...''

''یہ پراسیکیوٹر احمد نظام کون ہے؟'' اس نے سادگی سے پوچھا اور تالیہ کے چہرے کے سارے زاویے درست ہوئے۔

''جی؟'' وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو سفر ختم ہوگیا۔ فاتح باہر نکلتے ہوئے عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''مجھے اس کی کال آئی تھی۔ وہ مجھ سے تمہارے حوالے سے ملنا چاہتا ہے۔ آج شام وہ میرے گھر آئے گا۔ کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کس سلسلے میں؟''

وہ تو جہاں تھی وہیں رہ گئی' البتہ اسی پل فاتح نے محسوس کیا کہ ساتھ والا شخص بھی وہیں کھڑا ہے۔ نظر اٹھائی تو دیکھا' وہ ایڈم تھا۔ وان فاتح خوشگوار حیرت سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھایا۔

''ایڈم.... یو لک گڈ۔''

ایڈم نے مسکرا کے ہاتھ تھاما۔ ''سوڈ ویو سر۔'' دونوں کے ہاتھ جدا ہوئے تو دونوں کی نظریں تالیہ کی طرف مڑیں جو ششدر کھڑی تھی۔ ان کو متوجہ پا کے وہ ذرا سنبھلی۔

''آپ کے....آپ کے خیال میں وہ آپ سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟'' سرسری سا لہجہ بنا کے فاتح کو غور سے دیکھا۔ کچھ دیر کے لیے ناراضی پس پشت ڈال دی۔

اس نے محض شانے اچکائے۔ ''یہ تو شام کو پتہ چل جائے گا۔ لیکن اگر کوئی بات ہے جو مجھے پہلے سے معلوم ہونی چاہیے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔''

وہی ازلی دوستانہ انداز....وہی حوصلہ افزاء مسکراہٹ۔ تالیہ نے تاثرات پھر سے پتھر کر لئے۔

''مجھے کیا معلوم فاتح صاحب۔ سیاستدانوں کے ساتھ کام کرنے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ ایک سرکاری پراسیکیوٹر مجھ سے وہی قیمت وصول کرنا چاہتا ہے۔ خیر....مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

''اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کے تاشہ۔ امید ہے تم ٹھیک ہو گی۔'' اس کی ساری رکھائی کے جواب میں مسکرا کے اتنا کہا اور موبائل کو دیکھتا آگے بڑھ گیا۔

''آپ کو ان سے صلح کر لینی چاہیے تھی۔'' وہ اس پہ خفا ہوا تو تیزی سے آگے بڑھتی تالیہ نے چہرہ موڑ کے اسے گھورا۔

''تم نے جان بوجھ کے مجھے یہاں بلایا۔ کیوں؟''

''کیونکہ ایڈم تو ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔''

اس کے الفاظ پہ ماضی کی یاد کسی ہوا کے جھونکے کی طرح تالیہ کے ذہن سے ٹکرائی۔ جب وہ نیلامی کے بعد سن باؤ کی غلامی میں گیا تھا اور دونوں کی آپس میں تلخی ہو گئی تھی' تب بھی ایڈم نے ان کو جیا' کے چائے خانے پہ اکٹھا کیا تھا۔

''کیوں کرتے ہو تم ایسا؟ ہمیں ناراض کیوں نہیں رہنے دیتے؟''

"کیونکہ دوست اسی لئے ہوتے ہیں۔" وہ سادگی سے مسکرایا۔ کچھ تھا جو اس میں بدل گیا تھا۔ کچھ تھا جو اس کے اندر آ گیا تھا۔ بے نیازی اور اعتماد' مگر سادگی کے ساتھ.... نہ کہ بناوٹی اور مصنوعی۔

"مجھے ان سے صلح نہیں کرنی۔ اور یہ.... یہ پراسیکیوٹر.... میں سمجھی تھی میری جان اس سے چھوٹ گئی ہے مگر اُف...." وہ غصے سے بولتی تیز تیز چل رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہیں؟ ریستوران اس طرف ہے۔" وہ اسے سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھ کے حیران ہوا۔

"سائمن سے تم خود ملاقات کرو۔ میں اس وقت یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے اس پراسیکیوٹر کو فاتح سے ملنے سے روکنا ہے۔ پتہ نہیں کیا کیا بول دے وہ میرے بارے میں۔ وہ مجھے فراڈ سمجھیں' یہ مجھے گوارا نہیں ہے۔"

"چے تالیہ!" وہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ سیڑھیوں کے دہانے پہ رکی' گہری سانس لی اور اس کی طرف گھومی۔

"ایڈم۔ تم اکیلے اس معاملے کو ہینڈل کر سکتے ہو۔ خود پہ یقین رکھو۔ مجھے جانا ہے ابھی۔" اس کے انداز میں تسلی بھی تھی اور منت بھی۔ ایڈم جان گیا کہ وہ اسے مزید نہیں روک سکتا۔

بُڈو والی لڑکی کسی بلی کی طرح تیز تیز سیڑھیاں پھلانگ گئی۔

"ایڈم۔ کیسے ہو؟" وہ ریستوران میں آیا تو سائمن سامنے ہی ایک میز پہ بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا البتہ کھڑا نہیں ہوا۔ ایڈم بھی چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے اس کے سامنے جا بیٹھا۔

"مزید کتنی ای میلز کریک کیں تم نے؟" وہ دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"ان گنت۔ تقریباً پچاس نام مزید سامنے آئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے دو ماہ ہم نے ہانگ کانگ پیپرز نامی ٹوئیٹر ہینڈل کی بہت پروموشن کر لی۔ ہر روز میں ٹوئیٹ کرتا ہوں کہ مزید نام جلد آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ لوگ اکتا جائیں' ہمیں وہ تمام نام وہاں

ڈال دینے چاہیے ہیں۔" وہ اب بے چین ہو رہا تھا۔

"بالکل' سائمن۔ دو ماہ آپ نے میرے ہینڈل کی جتنی پروموشن کی میں اس پہ آپ کا شکر گزار ہوں۔ اور اسی لئے میں نے ابھی دو منٹ پہلے شکریے کی ویڈیو ٹویٹ کر دی ہے۔ اور ساتھ ہی صوفیہ رحمن کے وکلاء کی ای میلز بھی۔"

کرسی پہ ٹیک لگا کے بیٹھے نوجوان کے انداز میں کچھ تھا جو سائمن کو چونکا گیا۔ وہ جو بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا' ایک دم وقت کے سارے حساب کتاب اس کے لیے غیر ضروری ہو گئے۔

"تمہارا ہینڈل؟"

"چونکہ اس کا پاسورڈ میرے پاس ہے تو وہ میرا ہی ہینڈل ہوا نا۔ اوہ اور میں نے اس کا نام ہانگ کانگ پیپرز سے بدل کے ایڈم بن محمد رکھ دیا ہے۔ ساتھ ہی اس کو ویریفائی بھی کروا چکا ہوں۔ نیلا ٹک یو نو۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میں اس ہینڈل کے ذریعے....." سائمن غصے سے کہنے لگا۔

"تم نے لوگوں کو صرف یہ بتایا ہے کہ ہانگ کانگ پیپرز کے نام اس ہینڈل پہ آئیں گے اور تمہاری اس بھرپور پرموشن کا میں نے اپنی پہلی ویڈیو میں شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ اب تم چاہو تو اس ہینڈل کو نہ بھی پروموٹ کرو کیونکہ اب میں ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی بھرپور توجہ لینے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ آج رات میں پہلی پریس کانفرنس کر رہا ہوں جس میں میں چند پیپرز میڈیا کو دکھاؤں گا۔"

سائمن کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اچنبھے کی سی حالت میں تھا۔ اور جب اسے سمجھ آیا تو...

"ایک منٹ.... ایک منٹ... ابھی میں ایک ٹویٹ کروں کہ تم نے میرا ہینڈل چرا لیا ہے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟"

''اور جو تم نے میری اسٹوری چرائی' اس کا کیا' سائمن؟ اونہوں۔'' ایڈم نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ تم نے دو ماہ ایک ٹویٹر اکاؤنٹ کی پروموشن کی اور میں ایک نیا رپورٹر پہلی ویڈیو میں تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ تصور کرو.. اس کے بعد تم اچانک سے مجھے چور کہنے لگو تو جانتے ہو لوگ کیا کہیں گے؟'' وہ آگے ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''لوگ کہیں گے' سائمن فوسٹر ایک نوجوان صحافی سے جیلس ہو گیا ہے۔''

سائمن نے جبڑا بھینچ لیا۔ اس کی رنگت سرخ پڑ رہی تھی۔

''میں جو چاہے کہہ سکتا ہوں۔''

ایڈم پیچھے ہوا اور اسی سکون سے بات جاری رکھی۔

''اور بالفرض تم کہہ بھی دو کہ میں نے تمہاری اسٹوری چرائی ہے تو کوئی اصلی کاپی تو ہو گی نا تمہارے پاس اس اسٹوری یا ان ای میلز کی؟ اوہ سوری یاد آیا۔ میں نے تو تمہیں مزید کوئی ڈاکومنٹس دیے ہی نہیں۔ سو اس وقت تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ بڑے دل سے ایک نوجوان صحافی کو اپنا کیریئر بنانے دو۔''

پھر وہ اٹھا اور اپنے سینے پہ انگلی سے دستک دیتے ہوئے جتا کے بولا۔ ''ہانگ کانگ پیپرز ایڈم بن محمد کی اسٹوری ہے۔ دوری نگارہ ملایو ایڈم بن محمد کی کتاب ہے۔ یہی سچ ہے اور اللہ سچ کا خدا ہے۔ میں اس کتاب کو ضرور چھپواؤں گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ملایا کے ''کانٹوں'' کی فہرست میں تمہارا نام شامل نہ ہو تو میرے راستے کا کانٹا مت بننا۔''

''تو تم یہاں یہ سب کہنے آئے تھے؟'' وہ چبا چبا کے بولا تو ایڈم مسکرا دیا۔

''میں تمہارے چہرے کے یہ تاثرات دیکھنے آیا تھا جو دھوکہ کھا جانے والے اسکامر کی قسمت میں لکھ دیے گئے ہوتے ہیں۔ اب دیکھ لیے سو چلتا ہوں۔'' ہاتھ کو ماتھے تک لے جا کر الوداع کہا اور میز کے

پیچھے سے نکل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گا' ایڈم۔ تم مجھے ابھی نہیں جانتے۔" پیچھے سے سائمن نے سرد لہجے میں پکارا تھا۔ وہ اَن سنی کر کے باہر نکل گیا۔ اس کے فون پہ رپورٹرز اور چینل والوں کی کالز پہ کالز آئے جا رہی تھیں۔ سب ایڈم بن محمد کے لائے گئے کاغذات پہ بات کرنے کے لئے بے چین تھے۔

اس وقت اگر سائمن ٹویٹ کرتا بھی تو اس کا فائدہ نہ تھا۔

☆☆==========☆☆

عدالت سے ملحقہ عمارت میں اس وقت معمول کی کارروائیاں جاری تھیں۔ لابی کی اونچی چھت سے لٹکتے فانوس دن کی روشنی کے باعث بجھے ہوئے تھے۔ وسط میں کشادہ سیڑھیاں بنی تھیں جو کئی منزلوں تک اوپر جاتی تھیں۔ سیڑھیوں کے آس پاس جگہ جگہ بیٹھنے کے لئے صوفے اور بنچ نصب تھے۔ ایسے ہی ایک بنچ پہ سر کو ہڈ سے ڈھکے لڑکی بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور چبھتی ہوئی آنکھیں زینوں پہ جمی تھیں جہاں سے پراسیکیوٹر احمد نظام نے نیچے اترنا تھا۔ یہ ان کی چھٹی کا وقت تھا اور انہوں نے آفس سے نکلتے ہی سیدھا فاتح بن رامزل کی رہائشگاہ پہ جانا تھا۔

اِلاّ یہ کہ تالیہ مراد ان کو روک دے۔

پچھلے ایک گھنٹے میں وہ جتنے دوستوں سے بات کر سکتی تھی' اس نے مدد مانگ کے دیکھ لی تھی۔ سب کا کہنا تھا کہ اگر وزیرِ اعظم صاحبہ کے آفس سے کیس کھولنے کا حکم آتا ہے' تو اسے صرف دو چیزیں بند کروا سکتی ہیں۔ وزیرِ اعظم کا حکم نامہ..... یا پراسیکیوٹر کی موت۔

تالیہ کا دایاں ہاتھ جیب میں موجود خنجر کو محسوس کر سکتا تھا۔ اگر وہ اس خنجر کو پراسیکیوٹر کی شہ رگ میں اتار دے تو نوے فیصد امکان تھا کہ کیس رک جائے گا۔ اگر وزیرِ اعظم یہ کیس کسی اور کو دے بھی دے تو نہ اگلے شخص کے پاس پراسیکیوٹر احمد نظام جیسا جذبہ ہو گا اور نہ ہی دماغ۔ قوی امکان ہے کہ لوگ اس کیس

سے ڈرنے لگ جائیں اور اس کو جلدی جلدی ٹھپ کر دیں گے۔ دس فیصد امکان اس بات کا تھا کہ تالیہ مراد کو پراسیکیوٹر احمد نظام کے قتل میں ملوث سمجھا جائے لیکن اگر وہ اپنی alibi کا بندوبست کرلے تو اس امکان کو بھی رد کیا جا سکتا تھا۔

مگر سوال یہ تھا کہ کیا وہ پراسیکیوٹر کو مار سکتی تھی؟ یا اس کو ڈس کریڈٹ کرنے کے لئے اس پہ کوئی بڑا الزام لگا کے اس کو نوکری سے نکلوا سکتی تھی؟

چند ماہ پہلے والی تالیہ مراد ہو یا حال کی تالیہ... وہ کسی کو نہیں مار سکتی تھی۔ ہاں شہزادی تاشہ جائز وجہ پہ قتل بھی کر سکتی تھی لیکن تالیہ..... وہ قاتلہ نہیں تھی۔ نہ وہ اس وقت یہاں پراسیکیوٹر کو مارنے کے لئے بیٹھی تھی۔ وہ دوسرے آپشن پہ غور کر رہی تھی۔ ایک عزت دار شخص کو جاب سے نکلوانا واحد آپشن تھا جو چند ماہ قبل والی تالیہ استعمال کر سکتی تھی۔ وہ مالی کرپشن یا کسی غیر اخلاقی حرکت کے ثبوت بنا کے انٹرنیٹ پہ ڈال سکتی تھی اور چند گھنٹوں میں پراسیکیوٹر احمد نظام کا نام خاک میں مل جاتا تھا۔ سوشل میڈیا نے عزتوں کے ساتھ کھیلنا ویسے بھی بہت آسان بنا دیا تھا۔

ہڈ سے سر کو ڈھانکے' بنچ پہ مجسمے کی طرح بیٹھی لڑکی سوچتی نظروں سے سیڑھیوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

مگر سارا مسئلہ یہ تھا کہ انسان کو اس کے ضمیر کا واپس مل جانا بھی ایک curse بن جاتی ہے۔ تالیہ مراد اب ان Cursed لوگوں میں سے ہو چکی تھی جن کو اچھائی اور برائی کے درمیان فرق کرنا آجاتا ہے۔

(اگر میں ایک آخری دفعہ کچھ غلط کر لوں اور بعد میں....)

اندر سے پرانی تالیہ نے سر اٹھانا چاہا تو سبز ہڈ والی لڑکی نے زور سے سر جھٹکا۔

نہیں۔ ایڈم کہتا تھا کہ توبہ گناہ سے پہلے نہیں کی جاتی۔ کوئی گناہ آخری گناہ سمجھ کے نہیں کیا جاتا۔ برادرانِ یوسف نے بھی یہی کہا تھا۔ بس ایک یہ آخری گناہ کر لیں۔ یوسف کو مارنے کا... پھر ہم نیکوکار بن جائیں گے۔ یہ کہنا آسان تھا کہ 'اس گناہ کے بعد توبہ کر لیں گے' مگر کس کو گارنٹی تھی کہ اللہ توبہ کی

توفیق بھی دے گا؟ اور اگر دی تو اسے قبول بھی کرے گا؟ جو غلط ہے وہ غلط ہے۔ وہ ایک اچھے انسان کے ساتھ برا نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے بائیں جیب میں ہاتھ ڈالا اور پاکٹ سائز بنگار املایو نکالی۔ اس کی برساتی کی جیب میں وہ آرام سے پوری آ جاتی تھی۔ وہ اس کتاب کو کئی دفعہ پڑھ چکی تھی۔ ایک نیک دل مگر بہادر شہزادی کی داستان بچوں کو کورس میں اس لئے پڑھائی جاتی تھی تاکہ وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکیں۔ آخری تین ابواب بھی اس نے پڑھ لئے تھے۔ وہ کس نے لکھے تھے جبکہ وہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے تھے' وہ نہیں جانتی تھی' نہ ہی اس کو ان سے سروکار تھا کیونکہ تالیہ مراد جانتی تھی کہ اپنی قسمت سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ جو اس کے لیے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ اسے مل جائے گا۔

اس نے تیسرا باب کھولا اور صفحے پلٹائے۔ یہ اس کا پسندیدہ منظر تھا اور یہ ایسے ہی ہوا تھا۔ ایڈم کو جانے کیسے معلوم ہوا تھا۔ ایک روز وہ مراد راجہ کے ساتھ سلطنت محل سے نکل رہی تھی اور اس کا موڈ خراب تھا۔ کیونکہ مراد راجہ اس کو ہر روز مختلف استادوں کے پاس بھیج دیتا تھا جو اسے بہت سے علوم سکھانے بیٹھ جاتے تھے۔ وہ ان ساری مشقوں سے تنگ آ گئی تھی۔

وہاں محل کے باغیچے میں کھڑے ہوئے اس نے اپنے باپ کو سخت سست سنائیں اور واپس جانے کے لئے مڑی تو مراد راجہ نے تحمل سے چند الفاظ کہے جو شہزادی تاشہ نے ضبط سے سن لئے اور برے منہ کے ساتھ جبراً اتالیق کے ساتھ چلی گئی۔ وہ الفاظ تب اسے اچھے نہیں لگے تھے۔ وہ الفاظ اب اسے یاد آئے تھے.....

کتاب کھولی تو پلک جھپکتے میں اس کی سبز برساتی لمبے اور کامدار زرد لباس میں بدل گئی جس پہ موتی لگے تھے۔ سر پہ تاج آ ٹکا اور گھنگریالے سنہرے بال شانوں پہ گرنے لگے۔ وہ مغموم سی اس بینچ پہ بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ مراد راجہ بیٹھا تھا۔ وہ اپنے پاجامے اور چھوٹی قمیص میں ملبوس تھا۔ شانوں تک آتے سیاہ بال

اور ماتھے پہ بندھی سرخ پٹی آج بھی اس کے وجود کا حصہ تھی۔

عدالتی عمارت کی لابی میں وکلاء اور سائلین تیز تیز اوپر نیچے آ جا رہے تھے اور وہ دونوں.... قدیم ملاکہ کے لوگ....ان سب سے الگ تھلگ.....بنچ پہ بیٹھے تھے۔ تاشہ نے اداس پلکیں اٹھا کے مراد کو دیکھا۔

"بابا میں کیا کروں؟ میں تھک گئی ہوں۔"

مراد مسکرایا تو اس کی آنکھوں کے گرد سانولی رنگت پہ دجھریاں پڑنے لگیں۔

"تم اس وقت بہت کچھ سیکھ رہی ہو مگر یہ سیکھنا تمہیں نہیں تھکا رہا۔"

"تو مجھے کیا چیز تھکا رہی ہے؟"

"یہ خوف کہ ان اسباق کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔"

"اور اس سب کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

"تمہیں ابھی بھی نہیں سمجھ آیا کہ میں تمہیں کیوں یہ سب سکھا رہا ہوں؟"

وہ پھر سے مسکرایا جیسے اس روز باغیچے میں یہ الفاظ کہتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"کیوں؟"

"اس لئے نہیں کہ تم ماہر نشانہ باز بن جاؤ' یا تمہیں تلوار زنی آ جائے' یا تم ادب اور کتابوں کا علم جان لو۔ نہیں تاشہ.....میں چاہتا ہوں کہ تم صبر کرنا سیکھ لو۔ زندگی یہ تمام اسباق تمہیں صبر سکھانے کے لئے دے رہی ہے۔ اور جنگجو کا صبر جانتی ہو کیا ہوتا ہے؟ لڑائی کو وقت سے پہلے روک دینا نہیں۔ اونہوں۔ یہ تو ڈرپوک لوگ کرتے ہیں۔ صابر لوگ جنگ کا انتظار کرتے ہیں اور جب کوئی ان سے جنگ کرنے آتا ہے تو وہ اس کا سامنا کرتے ہیں۔ جنگ سے پہلے اپنے حریف کو مار دینا یا بھگا دینا بزدلی ہے۔ عیاری ضرور ہو گی مگر بزدلی ہے۔ بہادری مقابل کا سامنا کرنے کا نام ہے۔"

"جنگیں مار دیتی ہیں بابا۔"

''مرتو آدمی جنگ کے بغیر بھی جاتا ہے۔ کبھی طاعون سے۔ کبھی پہاڑ سے گرنے سے اور جنگ میں مرنے والے بھی سارے ایک سے نہیں ہوتے۔ کچھ خوف سے بھاگتے ہوئے پیٹھ میں تیر کھا کے مرتے ہیں اور کچھ میری بیٹی ....'' وہ اس کی طرف جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''کچھ اپنے مقابل کو للکار کے کہتے ہیں کہ آؤ' میرا سامنا کرو۔ ایسے لوگ سینے پہ تیر کھا کے مر بھی جائیں تو عزت سے مرتے ہیں۔ اور انسان کو سب سے زیادہ ضرورت اپنی نظروں میں معتبر رہنے کی ہوتی ہے۔ اگر تم صبر اور بہادری نہیں سیکھو گی تو اپنے دشمن کی آنکھوں میں دیکھ کے لڑنا کیسے سیکھو گی؟''

شہزادی نے آنکھیں بند کیں اور جب کھولیں تو وہ سبز ہڈ پہنے بیٹھی تھی۔

قدیم ملاکہ کا فسوں وقت کے غبار میں غائب ہو چکا تھا۔

سیڑھیوں سے پراسیکیوٹر احمد نظام اترتے دکھائی دے رہے تھے۔ چونکہ وہ نیچے ایک کونے میں بیٹھی تھی اس لئے ان کی اس طرف پشت تھی۔ اس نے ہڈ کو مزید نیچے سرکایا تاکہ چہرہ چھپ جائے اور چبھتی ہوئی آنکھوں سے اس ادھیڑ عمر پراسیکیوٹر کو تیز تیز زینے عبور کرتے دیکھا۔

''میں ایک بہادر لڑکی ہوں' پراسیکیوٹر صاحب۔ میں آپ سے نہیں ڈرتی۔ آپ مجھے ملایا کا کانٹا ثابت کرنے پہ تلے ہیں' مگر میں ملایا کا پھول ہوں۔ میں اپنی نظروں میں معتبر ہوں۔ آپ نے جو کرنا ہے کر لیں۔ میں آپ کی ہر عدالت کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں۔'' اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے پچھ نہیں کرنا تھا۔ اب جو بھی ہو گا وہ اس کا مقابلہ کرے گی۔

وہ کتاب جیب میں ڈال کے اٹھی اور مخالف سمت بڑھ گئی۔

زینے اترتے پراسیکیوٹر لمحے بھر کو رکے' اور پلٹ کے اس کونے میں دیکھا۔ وہاں ایک خالی سنگی بینچ رکھا تھا۔ یونہی لمحے بھر کو انہیں گمان ہوا تھا کہ وہاں کوئی بیٹھا ان کو دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ لابی میں لوگ مسلسل آ جا رہے تھے۔ آوازیں' باتیں' قہقہے' شور۔ کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔ وہ سر

جھٹک کے آگے بڑھ گئے۔ انہیں فاتح صاحب کے گھر وقت پہ پہنچنا تھا۔

☆☆=========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ وہ شام ڈھیروں سوگواریت لے کر اتری تھی۔ ڈرائنگ روم میں صرف زرد ٹیبل لیمپ روشن تھے۔ سفید بتی نہ جلانے کے باعث ماحول خوابناک اور پراسرار سا لگ رہا تھا۔

بڑے صوفے پہ فاتح رامزل ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' بازو پشت پہ پھیلائے بیٹھا سنجیدگی سے احمد نظام کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا اور اس پراسیکیوٹر کو اپنے انتظار میں پایا تھا۔ اس نے بس ٹائی اتاری' باقی سرمئی کوٹ اور سفید شرٹ صبح والی ہی پہنے رکھی اور یہاں آ گیا۔ عصرہ سامنے والے صوفے پہ براجمان متجسس سی دکھائی دیتی تھی۔ غالباً احمد نظام نے ابھی تک مدعا بیان نہیں کیا تھا۔

"تو آپ فاتح کی ایکس..... (عصرہ نے ایکس پہ زور دیتے ہوئے کنکھیوں سے اسے دیکھا) چیف آف اسٹاف کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں؟" کانوں میں موتی اور خوبصورت آنکھوں میں مسکراہٹ سجائے وہ ملکہ کی سی تمکنت سے اپنے شوہر کے برابر میں بیٹھی تھی۔

"جی۔ ہماری ڈیپارٹمنٹ کو تالیہ مراد کے بارے میں Tip ملی تھی کہ وہ....."

"کس نے Tip دی تھی؟" وہ پراسیکیوٹر سے نظریں ہٹائے بنا بولا تو احمد نظام جو ایک فائل کھول رہے تھے' رک کے اسے دیکھنے لگے۔

"Tip دینے والے کا نام صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے۔ آپ جیسے ماہر وکیل کو تو اس بات کو سمجھنا چاہیے۔" ان کے لہجے کے طنز پہ عصرہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"کیئرفل' پراسیکیوٹر صاحب۔ آپ اس وقت بی این کے چیئرمین سے بات کر رہے ہیں۔"

"میں ایک وکیل ہوں' مسز عصرہ اور میں ایک ساتھی وکیل سے بات کرنے آیا تھا۔"

"میں آپ کا ساتھی وکیل نہیں ہوں۔ میں تالیہ کا باس ہوں۔ یہ ذہن میں رکھ کے بولتے جائیے۔

مجھے ایک ڈنر پہ پہنچنا ہے۔" وہ جس طرح چبھتی نظریں احمد نظام پہ جمائے سپاٹ انداز میں بولا تھا عصرہ نے چہرہ موڑ کے "ایکس باس" کہنا چاہا مگر فاتح کے ماتھے کے بل اور چہرے کی ناگواری دیکھ کے وہ ٹھہر گئی۔

"بہت بہتر۔ میں نے دو ماہ تالیہ مراد کے بارے میں تفتیش کی ہے اور...." انہوں نے گہری سانس لے کر سامنے رکھی فائل کھولی جس میں کاغذات رکھے نظر آ رہے تھے۔ "میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ وہ لڑکی ایک اسکامر ہے۔ ایک کون آرٹسٹ اور ایک آرٹ تھیف۔ وہ مختلف حلیے بدل کے اپنے ٹارگٹ کے قریب جاتی ہے اور اس کے پاس سے کوئی نایاب چیز چرا لیتی ہے۔" وہ فاتح کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا کے کہہ رہے تھے۔ "تالیہ مراد ایک چور ہے۔ ایک بہروپیہ۔ ایک فراڈ۔"

ڈرائینگ روم میں چند لمحے کے لئے موت کا سناٹا چھا گیا۔ عصرہ کے ماتھے کے سارے بل غائب ہو گئے۔ کندھے سیدھے ہوئے اور لب کھل گئے۔

"آرٹ تھیف؟" وہ چونکی۔ تالیہ اسے جتنی بری لگتی ہو وہ اس حد تک خطرناک ہو سکتی ہے؟ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ ذہن میں پچھلے چند ماہ کے واقعات فلم کی طرح گھومنے لگے۔

"جی۔ وہ نایاب آرٹ ورک کو چراتی ہے اور بلیک مارکیٹ میں بیچتی ہے۔ اس نے ساری دولت اسی طرح کمائی ہے۔"

"اسی لئے اس کے پاس اصلی گھائل غزال تھی۔" عصرہ جیسے خواب سے جاگی۔ اس کے ذہن کو صرف چند لمحے لگے اس ساری معلومات کو پراسیس کرنے میں اور پھر.... اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تو.... تالیہ.... تالیہ ایک چور ہے؟" وہ حیران بھی تھی اور پرجوش بھی۔

"جی۔ میں نے دو ماہ اپنے بہت سے تعلقات استعمال کر کے جرائم کی دنیا کے لوگوں سے بھی چھان پھٹک کی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ چور ہے اور کافی عرصے سے یہ کام کر رہی ہے۔ بلکہ میرے ایک سورس

نے تو یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ڈارک ویب پہ ایک اسکام انویسٹی گیٹر کا روپ بھی دھارے ہوئے ہے۔ غالباً (احمد نظام نے کاغذات سے پڑھا) حالم کے نام سے۔"

فاتح اسی طرح صوفے کی پشت پہ بازو پھیلائے، چبھتی نظروں سے احمد نظام کو دیکھے گیا۔ حالم کے نام پہ اس کی گردن کی گلٹی ڈوب کے ابھری مگر تاثرات سنجیدہ رہے۔ چند لمحے وہ کچھ نہیں کہہ سکا۔ پھر بولا تو آواز سرد تھی۔

"تو آپ کہہ رہے ہیں کہ تالیہ مراد خود حالم ہے؟"

"جی۔ مگر حالم ہونا اس کا جرم نہیں ہے اس کا اصل جرم فراڈ اور چوریاں...."

"اور وکیل صاحب آپ اس کو کورٹ میں مجرم کیسے ثابت کریں گے؟" وہ وکیل کو ایسے گھور رہا تھا جیسے اسے آنکھوں سے جلا ڈالے۔ "یعنی اس ساری کہانی کا کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟"

"ثبوت کی اب کیا ضرورت ہے؟" عصرہ تیزی سے بولی۔ "وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے مخبروں نے بھی تالیہ کے فراڈ ہونے کی تصدیق کی ہے۔"

"مگر میرا نہیں خیال کہ کوئی تاشہ کے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ آج جیل میں ہوتی۔ مگر وہ بڑی آزادی سے گھوم رہی ہے۔"

"تم اس سے آج ملے تھے؟" عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا مگر چبا چبا کے بولتا فاتح اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"میرا خیال ہے وکیل صاحب کہ آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آپ کا کیس کمزور ہے اور آپ یہاں اس لئے آئے ہیں تاکہ میں تاشہ کے خلاف کچھ فراہم کرسکوں جس سے اس کے اوپر مضبوط کیس بن سکے اور اس کے بدلے میں آپ میرے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیں گے۔"

"فاتح صاحب! اگر آپ قانون کی مدد کرنا چاہیں تو...."

"صوفیہ رحمٰن کے شروع کیے گئے کیس کا مقصد صرف سیاسی Victimization اور انتقام ہے۔ میں آپ سے ملاقات پہ اس لئے راضی ہوا تھا کیونکہ آپ کی اچھی شہرت کے سب قائل تھے۔ مگر آپ کا ضمیر آپ کو یہ نہیں بتا پا رہا کہ آپ سیاسی انتقام کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔"

احمد نظام کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہوا۔ "میں ایمانداری سے اپنی جاب کر رہا ہوں سر۔"

"واٹ ایور!" وہ کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے اٹھا۔ "میری پارٹی سے (انگلی سے سینے پہ دستک دی) یا میرے گھر سے کوئی فرد تالیہ کے خلاف آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ وہ ہماری ورکر رہی ہے اور ہم سب اس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ آپ مجھے کورٹ بلانا چاہیں تو موسٹ ویلکم۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ عصرہ...." اس کو گھورتے ہوئے عصرہ کو پکارا۔ وہ ساتھ ہی اٹھی۔

"پراسیکیوٹر صاحب کو کچھ کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی صحت کے پیشِ نظر ڈاکٹر نے ان کو زیادہ میٹھا کھانے سے منع کیا ہے۔"

احمد نظام بدقت مسکرائے اور فائل اٹھا کے کھڑے ہوئے۔

"تالیہ کے خلاف کوئی بھی گواہی دینے کو تیار نہیں ہے یہ درست ہے' اور اس کی فنانشل ٹرانزیکشنز میں ایک بھی جھول نہیں ہے۔ نہ ہی کسی چوری یا فراڈ کا سرا اس تک جاتا ہے۔ اس لڑکی نے بڑی ہوشیاری سے اپنا پیپر ورک تیار کیا ہے۔ مگر وہ ایک جگہ غلطی کر گئی ہے۔ اس کی اس غلطی کے گرد گھیرا تنگ کرنے میں مجھے دو ماہ لگے ہیں۔ آپ کے لئے اچھا تھا اگر آپ وعدہ معاف گواہ بن جاتے مگر خیر...."

عصرہ اس "غلطی" کے لفظ پہ چونکی تھی۔ وہ استفسار کرنا چاہتی تھی مگر پھر فاتح کے بگڑے موڈ کو دیکھ کے چپ رہی۔ وہ بس سرد مہری سے بولا "خدا حافظ" اور پراسیکیوٹر کو دروازے کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ گویا کہہ رہا ہو دفع ہو جاؤ۔

احمد نظام دروازے تک گئے' مگر رک گئے۔ پھر پلٹے اور مسکرا کے فاتح کو دیکھا۔

"آپ تالیہ مراد کو "تاشہ" کہہ کے پکارتے ہیں؟ یعنی آپ اس کی اس کہانی پہ یقین رکھتے ہیں؟"

"کون سی کہانی؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ احمد نظام نے جواباً حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"آپ کو تالیہ مراد نے نہیں بتایا؟ وہ سمجھتی ہے کہ وہ پندرہویں صدی ملاکہ کی شہزادی تاشہ ہے اور وہ اس دنیا سے ہماری دنیا میں آئی ہے۔ شاید اسی لئے اس کو آپ کے سن باؤ والے مکان میں بہت دلچسپی تھی۔" طنزیہ انداز میں کہہ کے وہ آگے بڑھ گئے۔ عصرہ نے تعجب سے انہیں جاتے دیکھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے فاتح۔" وہ قدرے غصے اور قدرے حیرت سے بولی مگر وہ برے موڈ کے ساتھ باہر نکل گیا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے ذہن کے پردے پہ بار بار مناظر ابھر کے غائب ہو رہے تھے

.....

وہ بازار کے وسط میں کھڑا تھا....

سامنے سڑک صاف تھی اور اس پہ شاہی سپاہی چمکتی تلواریں لئے چلتے آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سنہری اور چاندی رنگ کی بگھی تھی جس کی چھت کھلی تھی۔ ایسے کہ بگھی میں بیٹھی 'شاہزادی' صاف دکھائی دے رہی تھی۔

سرخ زرتار لباس پہنے.... سر پہ ہیروں کا تاج سجائے... بڑی شان سے کہنیاں اطراف میں جمائے وہ مسکراتی ہوئی قطار میں ہاتھ باندھے کھڑے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ سرخ لباس بگھی کی سیٹ پہ پھول کی طرح پھیلا تھا۔ منادی کرنے والا اس کے بارے میں لوگوں کو آگاہی دے رہا تھا اور لوگ اشتیاق سے گردنیں اٹھا اٹھا کے' ایڑھیاں اونچی کر کے اسے دیکھ رہے تھے۔

پھر شہزادی نے ہاتھ اٹھا کے اشارہ کیا تو بگھی بان نے بگھی روک دی۔ کسی نے لپک کے دروازہ کھولا۔ کسی نے نیچے پائیدان رکھا۔ وہ اسی شان سے زینے اترتی نیچے آئی۔۔۔

فاتح نے کرب سے سر جھٹکا اور اسٹڈی میں آ کے دروازہ مقفل دیا۔ پھر وہ تیزی سے کھڑکی تک آیا

اور پٹ کھول دیے تا کہ تازہ ہوا اس کے بند ہوتے ذہن کو جگانے میں کامیاب ہو جائے۔ ساتھ ہی کنپٹیوں پہ ہاتھ رکھ کے آنکھیں بند کیں.....وہ مناظر بہت ٹھوس' بہت حقیقی سے تھے.....

وہ ایک محل کی سیڑھیاں اتر رہا تھا.....اس کو اپنا لباس سفید کرتا پاجامے جیسا نظر آ رہا تھا۔ اس کے آگے ایک فربہی مائل چینی نقوش والا آدمی چل رہا تھا.....سامنے سے وہ چلی آ رہی تھی.....کامدار لباس پہنے' سر پہ تاج سجائے' وہ دھوپ میں چمکتی ہوئی تالیہ تھی.....اس کے اردگرد نوجوان لڑکیوں کا جھرمٹ تھا.....جیسے شہزادی کی کنیزیں ہوں۔ اسے دیکھ کے اس نے سر کو مخصوص انداز میں خم دیا تھا۔ وہ اس کے انداز پہ مسکرایا تھا.....

فاتح نے کراہ کے آنکھیں کھولیں اور پیشانی پکڑ لی۔ اس کا سر بے تحاشا درد کرنے لگا تھا۔

اس نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔

یہ یادیں صرف یادیں نہ تھیں۔ یہ وژن تھے اور تیزی سے ذہن میں اٹرتے تھے۔

یہ کیا تھا؟ وہ کیوں تالیہ کو کسی شہزادی کے روپ میں دیکھ رہا تھا؟ ابھی پراسیکیوٹر نے شہزادی کا لفظ بولا.....اس روز تالیہ نے جنگل کا لفظ بولا.....کیا اسے کوئی ذہنی مرض لاحق ہونے لگا تھا جس کے باعث اس کا دماغ اس کے کنٹرول سے باہر جا رہا تھا؟ یا وہ تالیہ کو مس کر رہا تھا؟

وہ وہیں کرسی پہ نڈھال سا بیٹھ گیا اور پانی کا گلاس اٹھا کے پیا۔ طبیعت سنبھلی اور درد کم ہوا تو اندر پھیلا شور خاموش ہو گیا۔

اب کوئی وژن' کوئی یاد.....کچھ دکھائی نہ دیا۔ بلکہ ذہن میں پراسیکیوٹر کی باتیں گونجنے لگیں۔

اس نے فون نکالا اور حالم کے نام کی چیٹ کھولی۔ چند لمحے وہ پرانے میسیجز کو پڑھتا رہا۔ پھر تالیہ کی چیٹ سامنے لایا۔ بظاہر دونوں چیٹس میں کچھ بھی ایک جیسا نہ تھا۔ نہ اسپیلنگ' نہ بات کرنے کا انداز.....لیکن پراسیکیوٹر بغیر وجہ کے اتنی بڑی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیا اس کو معلوم تھا کہ فاتح نے انویسٹی گیٹر کو

پیسے دیے تھے؟ مگر خیر وہ کوئی قابلِ جرم بات نہ تھی۔ لیکن اگر تالیہ حالم تھی تو.....وہ چونکا.....وہ فائل چوری کا معمہ....وہ عصرہ کا نام چھپا جانا.....ملاکہ کی اس رات کا راز.....کیا وہ سب تالیہ کر رہی تھی؟ وہ اتنا عرصہ تالیہ سے بات کرتا رہا تھا؟

اسے اس بات پہ نہ غصہ آیا نہ ہی صدمہ ہوا۔ وہ تعجب سے مسکرا دیا۔

تالیہ مراد حالم تھی؟

اور پھر ایک خیال نے اس کی مسکراہٹ غائب کر دی۔

اگر پراسیکیوٹر کی کہی گئی یہ بات درست تھی تو کیا اس کی دوسری باتیں بھی درست تھیں؟ چور؟ اسکامر؟

اونہوں۔ تالیہ ایسی نہیں تھی۔

فاتح نے سر جھکا' فون پہ اپنی کانٹیکٹ لسٹ کھولی اور ایک سائیکاٹرسٹ کا نمبر نکالا جس کے پاس آریانہ کی موت کے بعد سے اب تک وہ متعدد بار جا چکا تھا۔ اس کی ابتر ہوتی ذہنی حالت اس بات کی غماز تھی کہ اسے ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت ہے۔

☆☆==========☆☆

اسٹوڈیو کی دیواریں اور فرش طوطے والے رنگ کی شیٹ سے ڈھانکی گئی تھیں۔ رنگ اتنا تیز تھا کہ آنکھوں میں چبھتا تھا۔ ایڈم بن محمد پہلی دفعہ کسی اسٹوڈیو کے اندر آ رہا تھا۔ اور یہ ماحول اس سے یکسر مختلف تھا جو وہ ٹی وی پہ دیکھتا تھا۔

ٹی وی اینکرز کے پیچھے مختلف رنگوں میں پروگرام کا لوگو بنا ہوتا تھا.....یا اپنے شہر کے مشہور مقامات کی تصاویر.....یا اسکرین پہ مناظر چل رہے ہوتے تھے۔ اینکرز جس ڈیسک پہ بیٹھے ہوتے تھے اس پہ بھی پروگرام کا لوگو پرنٹ ہوتا تھا۔ مگر وہ سب ٹیکنالوجی کا دھوکہ تھا۔

درحقیقت ڈیسک' دیواریں' فرش سب سبز ہوتے تھے اور اس سبز میں تصاویر ٹیکنالوجی کی مدد سے بنائی

جاتی تھیں۔ چھت البتہ نہیں دکھائی جاتی تھی۔ اپنی کرسی پہ بیٹھے ایڈم نے گردن اٹھا کے اوپر دیکھا۔ اوپر خلا تھا۔ چھت کافی اونچی تھی اور وہاں تاریں' کیمرہ اسٹینڈز اور پولز دکھائی دیتے تھے۔

''بریک سے واپسی پہ خوش آمدید۔'' ڈائریکٹر نے کیو دیا تو سامنے بیٹھی اسکارف والی اینکر مسکرا کے کیمرے کو دیکھ کے کہنے لگی۔ ایڈم نے دیکھا' وہ جس کیمرے میں دیکھ رہی تھی وہاں ایک اسکرین لگی تھی جس پہ وہ ساری تحریر لکھی آ رہی تھی جو وہ بول رہی تھی۔

''ابھی تک ہم ایڈم بن محمد سے صوفیہ رحمٰن کے بارے میں انکشافات کے متعلق بات کرتے رہے۔ اب ہم ان سے پوچھیں گے کہ یہ ای میلز ان کے ہاتھ کہاں سے لگیں۔'' اینکر نے اسٹول موڑ کے ایڈم کی طرف رخ کر لیا اور ساتھ ہی مگ اٹھا کے گھونٹ بھرنے لگی۔

(کیا اس کو واقعی کافی کی طلب ہو رہی تھی یا یہ ٹی وی والوں کا Cool لگنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے؟)

وہ ہولے سے کھنکھارا۔ شکر کہ اس کو کیمرے کی بجائے اینکر کو دیکھ کے بات کرنی تھی۔

''یہ مجھے اس فرم کلائیڈ اینڈ لی کے ایک وسل بلوور نے دی ہیں اور صحافتی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے میں اس کا نام نہیں بتا سکتا۔ مگر یاد رہے' کہ سائمن فوسٹر جو میرے لئے ایک بڑے بھائی اور میٹور کا درجہ رکھتے ہیں' اس وسل بلوور سے مل بھی چکے ہیں اور ان کاغذات کی تصدیق بھی کروا چکے ہیں۔ پھر بھی اگر یہ جھوٹے ہیں تو صوفیہ رحمٰن ان کی تردید کر دیں۔'' اینکر کے سامنے بیٹھا ایڈم پورے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ سیاہ کوٹ جس کے آستین کہنیوں تک فولڈ ہوئے سلے تھے' اس پہ کافی اچھا لگ رہا تھا۔

''پردھان منتری صاحبہ نے ابھی تک ان کاغذات پہ خاموشی اختیار کیے رکھی ہے۔ بہر حال آپ کا کہنا ہے کہ آپ کل مزید نام سامنے لا رہے ہیں۔'' وہ جوش سے پوچھ رہی تھی۔ ایڈم نے دیکھا کہ اس لڑکی کا چہرہ فاؤنڈیشن کی تہوں میں چھپا تھا اور آنکھوں پہ اتنا گہرا میک اپ تھا کہ اسے اس پہ ترس آیا۔ (بے چاری۔ اس کے گھر والے اس کو کیسے پہچانتے ہوں گے؟)

”جی میں مزید نام سامنے لا رہا ہوں۔ کل اسی وقت۔ اور اگر اس دوران مجھے کچھ ہو گیا تو یہ نام میرے وکیل کے پاس ہیں۔ وہ ان کو پبلک کر دے گا۔ میں آن ائیر کہہ رہا ہوں کہ مجھے کچھ بھی ہوا تو اس کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔“

”ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کو کچھ نہ ہو' ایڈم۔ بہر حال..... آپ کچھ عرصہ پہلے تک وان فاتح کے باڈی گارڈ بھی رہے ہیں اس کے بارے میں کیا کہیں گے۔“ وہ نوٹس سے پڑھ کے بولی۔

”باڈی مین۔ ناٹ باڈی گارڈ۔“ اس نے بھی اپنا مگ اٹھایا اور Cool لگتے ہوئے گھونٹ بھرا۔ (تب تک جواب سوچ لیا۔) پھر مگ رکھتے ہوئے بولا۔ ”میرا ایک دوست ان کا باڈی مین تھا۔ چند دن کی چھٹی پہ گیا تو اس کی مدد کے لئے میں نے ان کے پاس کام کیا۔“

”تو آپ نے وان فاتح کو بطور ایک باس کیسا پایا؟“

وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ سبز رنگ سے اٹا کمرہ بھی خاموشی سے ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔ انٹرویو اس سمت جا رہا تھا جس کی توقع ایڈم کو تھی۔ اس کو وان فاتح کے حق میں متعصب بنا کے میڈیا پہ پیش کیا جائے گا تا کہ اس کی کریڈیبلٹی متاثر ہو۔

”وان فاتح ایک اچھے باس ہیں مگر ایک آئیڈیل انسان نہیں ہیں۔“ وہ اعتماد سے کہنے لگا۔ اب اس کو Cool لگنے کے لئے کافی کا مگ اٹھانے کی حاجت نہیں رہی تھی۔ ”وہ بہت جلدی بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ میں نے گیارہ دن بلکہ اس سے بھی کم ان کے پاس کام کیا اور وہ بار بار میرا نام بھول جاتے تھے۔ میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور ناگزیر وجوہات کی بنا پہ میں آرمی میں مزید نوکری نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے جاب چاہیے تھی مگر فاتح صاحب اتنے بے نیاز اور خشک انسان واقع ہوئے تھے کہ میں ان سے ایک جاب تک کے لئے نہ کہہ سکا۔ لوگ سیاستدانوں کے پاس بھرتی ہو کے کیریئر بنا لیتے ہیں' کاش میں بھی اتنا شاطر ہوتا مگر یہ میری عزتِ نفس کو گوارا نہیں تھا۔ اگر کلائیڈ اینڈ لی کا وہ ملازم مجھے نہ ملتا اور یہ

فائلز مجھے نہ دیتا اور سائمن..... میرا بھائی..... میرا دوست..... میرے لئے اسٹینڈ نہ لیتا تو ایڈم بن محمد آج اپنے باپ کی طرح ایک دکان پہ سیلز مین ہوتا۔ میرے اس وسل بلوور دوست کا شکریہ میں نے یہ اہم کام سرانجام دیا۔ تمہارے ماں باپ کو اب تم سے خفا نہیں ہونا چاہیے' بلکہ تم پہ فخر کرنا چاہیے۔" آخری فقرہ اس نے کیمرے میں دیکھ کے کہا تھا۔

اور ایڈم کے اپنے ماں باپ لاؤنج میں رکھے ڈبے ٹی وی کے سامنے بیٹھے بنا پلک جھپکے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پہ نظر آتے ایڈم کا چہرہ آج سانولاہٹ لئے نہیں تھا بلکہ روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی شیو' اعلیٰ لباس اور مسکراتی آنکھیں۔ (ایڈم کے پیچھے انہیں پسِ منظر میں ایک اسکرین پہ بہت سے مناظر چلتے نظر آ رہے تھے۔ اسکرین جس دیوار پہ لگی تھی وہ دیوار ٹی وی کے پردے پہ مختلف رنگوں سے سجی دکھائی دے رہی تھی۔ اور ہاں وہ لکڑی اور کرسٹل سے بنا خوبصورت ڈیسک جس پہ ایڈم کہنی جمائے بیٹھا تھا۔ وہ کتنی اعلیٰ جگہ پہ بیٹھا تھا..... وہ کتنے اعلیٰ عہدے پہ پہنچ گیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ملک کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اور اب وہ کر رہا تھا۔

ایڈم کی ماں نے پلکیں جھپکائیں تو آنسو ٹوٹ کے گرنے لگے۔ پروگرام اب ختم ہو چکا تھا اور ایڈم اسکرین سے جا چکا تھا مگر وہ دونوں اسی طرح وہیں بیٹھے تھے۔ پھر محمد صاحب کا فون بجنے لگا۔ دوستوں' رشتے داروں کی کالز مبارکبادیں۔ وہ ایک کے بعد ایک کال وصول کرتے ہوئے خوشی سے جواب دیتے اٹھ کے باہر چلے گئے' مگر ایبو وہیں بیٹھی رہی۔ اسکارف اوڑھے' جھریوں زدہ چہرے والی اور رنگ اصلی عورت کسی خواب کی سی کیفیت میں تھی۔

میز پہ رکھا لینڈ لائن فون بجا تو وہ چونکی۔ آنسو صاف کیے اور ریسیور اٹھا لیا۔ اسے معلوم تھا کہ آگے کون ہوگا۔

"بابا کا فون بزی تھا۔ میں نے سوچا یہاں کر لوں۔ تم نے انٹرویو دیکھا' ایبو؟"

اس کا بیٹا کہہ رہا تھا۔ ایبو کا دل پھر سے بھر آیا۔ آنسو مزید تیزی سے گال پہ لڑھکنے لگے۔

''ہاں ایڈم۔ سب تمہاری ہی بات کر رہے ہیں۔'' وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگی۔ ''سب کہہ رہے ہیں کہ ایڈم بن محمد کے انکشافات درست ہیں کیونکہ وہ کمپنی..... جو بھی ہے.... اس نے تردید نہیں کی۔''

کسی کا نام ہانگ کانگ پیپرس میں آجانا کتنی بڑی بات تھی' ایبو کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بس اسے اتنا معلوم تھا کہ کرپشن کے یہ ثبوت اس کا بیٹا سامنے لایا تھا۔ اور اس وقت بڑے بڑے چینلز پہ اس کے بیٹے کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

ایڈم نے ایبو سے بات ختم کر کے فون جیب میں ڈالا اور ٹی وی چینل کی اونچی عمارت سے باہر نکل آیا۔

سامنے دورویہ سڑک پہ ٹریفک رواں دواں تھا۔ رات پھیل چکی تھی مگر اسٹریٹ پولز اور گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نے سارے میں روشنی کر رکھی تھی۔ وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے سڑک کنارے چلنے لگا۔ ٹھنڈی ہوا بار بار اس کے سیاہ کوٹ کو پیچھے کی طرف اڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دفعتاً اس کے ہونٹوں پہ شرارتی مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے چلتے ہوئے فون نکالا اور تالیہ کا نمبر ملایا۔ وہ یاس دن سائمن کے پاس اسے تنہا چھوڑ گئی تھی' کوئی بات نہیں۔ ایڈم نے اسے معاف کر دیا تھا۔

''ہیلو۔'' کافی دیر بعد تالیہ کی آواز سنائی دی۔ کسی بھی جوش سے عاری آواز۔

''آپ نے میرا انٹرویو دیکھا؟'' وہ بے تابی اور خوشی چھلکاتے انداز میں پوچھنے لگا۔

''آف کورس ایڈم۔ میں نے دیکھا۔'' (اور بس۔)

''پتا ہے مجھے ہر چینل سے فون پہ فون آ رہے ہیں۔ آج کا شو تو اتنا اچھا گیا کہ اینکر کہہ رہی تھی کل میں وہ انکشافات اس کے ہی شو میں کروں۔''

''ہوں۔ گڈ۔''

"اور آپ نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے مجھے فاتح صاحب کا باڈی مین ہونا یاد دلایا؟"

"ہاں۔"

"اور آپ کو میرا کون سا جواب پسند آیا؟" وہ سڑک کنارے چلتا ہوا مسکرا کے بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔

"سارے ہی اچھے تھے ایڈم۔ تم سب کچھ اچھے سے سنبھال رہے تھے۔"

ایک درخت کے قریب ایڈم رک گیا۔ اس کی مسکراہٹ معدوم ہونے لگی۔ بھنویں بھینچ گئیں۔

"سارے اچھے نہیں تھے۔ میں ایک دو جگہ گڑبڑا گیا تھا۔"

"میرا مطلب تھا......"

"آپ نے میرا انٹرویو دیکھا ہی نہیں۔" وہ افسوس اور بے یقینی سے بولا۔ "آپ مجھے سائمن کے پاس اکیلا چھوڑ کے چلی گئیں' میں نے کچھ نہیں کہا مگر یہ انٹرویو میرے لیے بہت اہم تھا۔ میں نے آپ کو اتنے میسج کیے' یاد دلایا مگر آپ......" صدمے سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"اوہو میں یوٹیوب پہ دیکھ لوں گی۔ میں اصل میں تھوڑی......"

"رہنے دیں۔ اب بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوست اس لیے نہیں ہوتے پے تالیہ کہ......خیر......دوست تو شاید کچھ بھی نہیں ہوتے۔ ایک میرے ماں باپ ہی تھے جنہوں نے انٹرویو دیکھا۔ سچ کہتے ہیں۔ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔ آپ بس اپنے کام نپٹائیں۔" اس نے فون کان سے ہٹا دیا اور زور سے پاور بٹن دبا دیا۔

پھر سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔ لب ابھی تک بھینچ رکھے تھے اور ماتھے پہ بل تھے۔ غصہ زیادہ تھا یا شاید صدمہ۔ وہ جو بھی کر لے' چاہے شاہی مورخ بھی بن جائے' بادشاہوں کے محلات میں اٹھنے بیٹھنے لگ جائے' رہے گا ایک شاہی نوکر ہی۔ پے تالیہ کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی اتنی بڑی خوشی

میں شریک ہو کے.....

زور سے کوئی بھاری شے اس کے سر پہ لگی تھی۔ ایڈم تیورا کے اوندھے منہ فٹ پاتھ پہ آ گرا۔ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ پھر بدقت اس نے پلکیں جدا کرنی چاہیں۔

ہر شے سلوموشن میں ہوتی دکھائی دینے لگی۔

دو آدمی ہاکی اسٹکس لیے کھڑے تھے۔ دونوں گنجے اور تنومند تھے۔ ایک کے بازوؤں پہ ٹیٹو صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں مخالف سمتوں سے اس کو ہاکی اسٹکس سے پیٹ رہے تھے..... ایڈم کا دماغ بار بار اندھیروں سے ابھر کے ڈوبنے لگتا... اس نے ہاتھ ہلانے چاہے مگر سر کی چوٹ شدید تھی..... جسم مفلوج ہو چکا تھا.....

ایک نے چند ضربیں لگائیں اور رک گیا۔ دوسرے نے زور سے بوٹ سے ٹھوکر ماری اور پھر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کے اوپر جھکا۔ ایڈم نے بند ہوتی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہارا بھائی، تمہارا mentor سلام کہہ رہا تھا....."

اسی کے ساتھ دوسرے نے زور سے ہاکی اس کے سر پہ ماری.....

سلوموشن فلم ختم ہوگئی.....

خون کی نمی..... درد کی شدت..... اور گھپ اندھیرا..... ایڈم کی آنکھیں بند ہوگئیں.......

☆☆==========☆☆

کوئی اس کے قریب تیز آواز سے بولا تھا جو اس نے ایک دم ہڑبڑا کے آنکھیں کھولیں۔ اور آنکھیں کھولتے ہی ایڈم کا ہاتھ فوراً جیب تک گیا۔ جیسے وہ حملہ آوروں کے مقابلے میں پستول نکالنا چاہتا تھا۔ مگر اس کا ہاتھ بندھا ہوا تھا۔ وہ جیب تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ذہن کے کسی نہاں خانے میں کسی نے سرگوشی کر کے بتایا کہ پستول تو قدیم ملاکہ میں کھو چکا تھا۔ مگر وہ بندھا ہوا کیوں ہے؟ کیا حملہ آوروں نے اسے اغوا

کر کے قید کر دیا ہے؟

اس نے پلکیں جھپکائیں۔ تیز روشنی چبھنے لگی۔ بازو کے جکڑے جانے کا احساس شدید ہوا۔

"آرام سے۔ آرام سے۔" اس تسلی آمیز آواز کو ایڈم لاکھوں میں پہچانتا تھا۔ اس نے سر ذرا ترچھا کیا اور پلکیں بے یقینی سے جھپکائیں۔ چند لمحوں میں سارا منظر واضح ہو گیا۔

وہ ہسپتال کے بیڈ پہ لیٹا تھا۔ یہ ایک بڑا سا پرائیوٹ روم لگتا تھا۔ اے سی چلا تھا۔ دیوار پہ ٹی وی اسکرین نصب تھی۔ اس کے سر اور دائیں بازو پہ پٹیاں بندھی تھیں۔ ایک آنکھ سوجی ہوئی نیلو نیل تھی۔ (گو کہ وہ خود ابھی اپنی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔) بیڈ کے پاؤں والی طرف کرسی پہ تالیہ بیٹھی تھی۔

سبز ہڈ گردن پہ پیچھے گرائے' سیاہ بالوں کو ہیئر بینڈ سے پیچھے کیے' وہ سینے پہ بازو لپیٹے سکون سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف کرسی کو بیڈ کے قریب لا کے رکھے ایبو بیٹھی تھی۔ ایڈم کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا تھا اور آنسو مسلسل گراتی وہ کچھ پڑھ کے اس پہ پھونک رہی تھی۔ ایڈم نے نگاہیں مزید ترچھی کیں تو ایبو کے قریب' اس کا باپ بھی کھڑا تھا۔

"کیا ہوا تھا؟" اس نے خراب گلے کی سی آواز میں پوچھا۔

"لوکل پولیس کو تم سڑک پہ زخمی حالت میں ملے تھے۔ انہوں نے تمہارا فون آن کیا تو میری کال آتے دیکھی۔" وہ سنجیدگی سے بتا رہی تھی۔ "وہ تمہیں ہسپتال لے آئے اور میں نے تمہارے پیرنٹس کو بلا لیا۔ داتن بھی رات یہیں تھی۔ وہ ابھی گئی ہے۔ تم قریباً آٹھ گھنٹے سے یہاں ہو۔ فکر نہ کرو زیادہ چوٹیں نہیں آئیں۔ پٹیاں باندھنی پڑیں گی مگر پلستر وغیرہ نہیں لگے گا۔"

"آپ کا بہت شکریہ میڈم۔" محمد صاحب قدرے تلخی سے اس کو دیکھ کے بولے۔ "کہ آپ اس کو ہسپتال لے آئیں اور یہ کمرہ بک کروا دیا مگر ہمیں مزید آپ کی عنایت کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہم یہ کمرہ افورڈ کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی آپ بڑے لوگوں کی دوستی نے میرے بیٹے کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ اب

ہمیں اس کو گھر لے جانے دیں۔''

وہ شہرت' وہ تعریفیں' وہ اسٹوڈیو کی روشنیوں کی چکا چوند رات تک انہیں اچھی لگی تھی مگر ایڈم کی یہ حالت اگر اس

کی قیمت تھی تو نہ بھئی۔ وہ ایک سیلز مین ہی اچھے تھے۔ وہ اپنی چھوٹی سی دنیا میں ٹھیک تھے۔

''بابا..... '' ایڈم نے نرمی سے انہیں ٹوکا۔ '' چے تالیہ کا اس میں کیا قصور ہے۔ یہ میری اپنی چوائس تھی۔'' وہ بدقت بول رہا تھا۔ آنکھوں میں اداسی تھی۔ ''اور یہ سب سائمن نے کروایا ہے۔''

''جس نے بھی کروایا ہے' اب تم بس کرو اس قصے کو۔ کل سے میری دکان سنبھالو۔'' وہ پریشانی اور خفگی سے کہہ رہے تھے۔ ''ہمیں یہ بڑے لوگوں والی زندگیاں راس نہیں آتیں' بیٹا۔''

''آپ کو لگتا ہے بڑے لوگ بڑے پیدا ہوتے ہیں؟'' کرسی پہ بیٹھی لڑکی بڑے صبر سے پوچھنے لگی۔

''میڈم میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ رخ موڑے تالیہ کی طرف پشت کیے ہوئے تھے۔ ایبو خاموشی سے اس کا ہاتھ تھامے کچھ پڑھ کے دم کر رہی تھی۔

''کوئی بھی بڑا آدمی پیدا نہیں ہوتا۔ جن کو امیر ماں باپ کی بے تحاشا دولت مل جائے۔ ان کو بھی اس دولت کو قائم رکھنے کے لیے بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ آسانی سے کچھ نہیں ملتا' محمد صاحب۔ یہ ایڈم کے کیریئر کی پہلی مشکل تھی۔ اگر یہ اس پہ ہار مان لے تو یہ وہاں کیسے پہنچے گا جہاں اس کو پہنچنا تھا؟''

''میں ہار نہیں مان رہا۔'' وہ قدرے خفگی سے بولا مگر تالیہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

''سارے بڑے لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جب ایڈم کی ایبو نے بڑے لوگوں کی محفل میں ایڈم کے تایا کا خواب سنایا تھا تو سارے بڑے لوگ ہنسے تھے۔ صرف میں نے آمین کہا تھا۔ آج وہ وقت آ گیا ہے جب ایڈم دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں سے زیادہ طاقتور ہے اور اس وقت ایڈم کو سچ بولنا ہوگا۔''

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ ایبو نے چونک کے اسے دیکھا۔ محمد صاحب ناراض سے رخ موڑے

کھڑے رہے۔ اور ایڈم..... وہ بالکل دنگ رہ گیا۔

"تین چاند والے جزیرے کے خزانے کا راز پالینا اس خواب کی تعبیر نہیں تھا ایڈم۔" وہ اس کو دیکھ کے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

"تمہارے تایا کے خواب کے مطابق تمہیں زمین میں چھپے خزانوں کا وہ راز ملنا تھا جو تمہیں بادشاہوں

اور

حکمرانوں سے زیادہ طاقتور بنا دے گا۔ اس وقت تمہاری لسٹ میں کن لوگوں کے نام ہیں؟"

"عرب شہزادوں اور کئی ملکوں کے وزرائے اعظم کے۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں بولا۔

"اور ان سب حکمرانوں نے کرپشن کا پیسہ آف شور کمپنیوں میں چھپا رکھا ہے۔ ان کے خزانے ہانگ کانگ میں چھپے ہیں۔ تمہیں خزانے نہیں ملنے تھے۔ صرف ان کا راز ملنا تھا۔ اور آج تم ان سب سے زیادہ طاقتور ہو۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ یوں ان کا نام آئے گا۔ سائمن بھی صرف تمہیں ڈرا دھمکا سکتا ہے، مار نہیں سکتا۔ اگر اس وقت تم ان حکمرانوں سے ڈیل کر لو اور ان کے آف شور راز نہ بتاؤ تو تم کتنی دولت کما سکتے ہو، جانتے ہو؟"

سفید دیواروں والا کمرہ سناٹے میں ڈوبا تھا۔ ایڈم بنا پلک جھپکے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کو دھیرے دھیرے بولتے سن رہا تھا۔

"اگر تم سچ بولو تو دنیا جان جائے گی کہ نئے دور کے بادشاہ نئے دور کے کاغذی سونے کو فائلوں کے صندوقوں میں بھر کے کاغذی جزیروں میں کیسے چھپاتے ہیں۔ میرے فاتح اور تمہارے سر پہ پھرتے اس ہما کا مطلب حکمرانی ملنا نہیں تھا۔ ہما وہ پرندہ ہے جو جلنے کے بعد اپنی راکھ میں سے دوبارہ اٹھ کے کھڑا ہوتا ہے۔ ایسے پرندے اب نہیں پائے جاتے۔ ایسے لوگ بھی اب کم ہی پائے جاتے ہیں۔ میرا ہما.....(اس نے تھوک نگلی اور مسکرا کے کہتی گئی)..... میرا دل راکھ ہو جانے کے بعد اس میں سے دوبارہ

زندہ کھڑا ہونا تھا۔ تباہی کے بعد نئی زندگی شروع کرنا۔ تمہارا ہما بھی اس خوفناک آگ میں سے گزر کے تمہیں ملے گا۔ اور ان کا ہما کیا ہے میں نہیں جانتی مگر ہم تینوں کو کوئی خزانہ کوئی حکمرانی نہیں ملنے والی۔ ہمیں صرف اپنے نئے راستوں کا تعین کرنا ہے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔"

وہ تینوں اب اسے دیکھ رہے تھے۔ بیڈ پہ پٹیوں میں جکڑے ایڈم کا چہرہ بے یقینی اور سوگواریت میں ڈوبا تھا۔ اسے اپنی ماں کے اس خواب کا بار بار ذکر کرنے پہ واقعی شرمندگی ہوتی تھی مگر دل کو ایک امید ہی تھی کہ کبھی نہ کبھی وہ بھی خزانوں کا مالک بنے گا' مگر سچے خوابوں کی تعبیر بہت ہی tricky چیز ہے۔ یہ پوری ہو کے بھی ادھورے

قصے چھوڑ جاتی ہے۔

بالآخر اس نے نڈھال سی گہری سانس لی۔

"میرے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔ ایڈم سچ بولے گا اور ساری دنیا کو ان لوگوں کے اصلی چہرے دکھائے گا۔"

"گڈ۔" وہ ایک دم تیزی سے اٹھی اور بڑے تحمل سے مسکرا کے اس کے ماں باپ کو دیکھا۔

"آپ دونوں ذرا دیر کے لیے باہر چلے جائیے۔ ویسے بھی جذباتیت میں کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ ہمیں اس وقت اہم کام کرنے ہیں۔ شکریہ۔" اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

ان دونوں نے پہلے اس لڑکی کو دیکھا' اور پھر ایڈم کو' جس نے آنکھیں جھپکا کے انہیں تسلی دی۔ محمد صاحب ابھی تک خفا مگر چپ تھے اور ایبو آنسو صاف کر رہی تھیں۔ دونوں نکلنے لگے تو تالیہ نے پیچھے سے پکارا۔ "اور بائی دی وے اس روم کا بل میں نہیں دے رہی' ایڈم خود دے گا۔" اور دروازہ کھڑاک سے بند کر دیا۔ ایڈم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اور میرے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟"

''اب آ جائیں گے۔'' اس نے گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے چند لمحے انتظار کیا' اور پھر دروازہ کھولا۔ اس کے ماں باپ جا چکے تھے اور باہر داتن اور ایک نرس کھڑی تھی۔وہ دونوں تیزی سے اندر آئے اور تالیہ نے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

''پے تالیہ......'' ایڈم چونکا۔''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''تمہیں پتہ ہے سب سے بڑے اسکامرز کون ہوتے ہیں؟ سیاستدان۔اور میں نے ان کے ساتھ کام کر کے ایک بات سیکھی ہے۔'' اس نے سبز کوٹ کی جیب سے ایک خنجر نکالا اور اسے ہاتھوں میں گھماتی اس کے سرہانے آ کھڑی ہوئی۔''کہ جب بھی آدمی زخمی ہو تو ڈاکٹر سے پہلے میڈیا کو بلائے۔''

اور ساتھ ہی اس نے مٹھی میں خنجر کا دستہ پکڑے اس کے بازو پہ یکے بعد دیگرے تین وار کیے۔ریشم کے

چیرے جانے جیسی آواز آئی اور اس کے بازو پہ تین لکیروں کی صورت خون بہنے لگا۔وہ چلایا اور بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے تالیہ کو دیکھا۔

''واٹ دا......''

''ہاں۔اب بات بنے گی۔'' اس نے رومال سے چاقو کا پھل صاف کرتے ہوئے اس کے بازو پہ لگے تین cuts کو دیکھا اور داتن کو اشارہ کیا۔داتن فوراً آگے آئی اور موبائل سے اس کی چند تصاویر لیں۔پھر نرس تیزی سے ٹرالی دھکیلتی آئی اور اس کا زخمی بازو پکڑ لیا۔

ایڈم کے بازو میں گویا آگ لگ گئی تھی۔اس نے غصے اور جھنجھلاہٹ سے تالیہ کو دیکھا جو دو انگلیوں سے رومال پکڑے اپنے خنجر کو صاف کر رہی تھی۔اسے متوجہ پا کے کندھے اچکائے اور خون آلود رومال ڈسٹ بن میں اچھالا۔

''یہ پہلی دفعہ نہیں ہے جب شہزادی نے ایک گستاخ پہ تشدد کروایا ہو۔''

''میرا سارا ایاز ولہولہان کر دیا آپ نے۔'' وہ غرایا تھا۔

''اوہ ہیرو۔ ریلیکس کرو۔'' داتن نے موبائل سے نظریں اٹھا کے اسے گھورا۔ ''سائمن کے بندوں کے لگائے زخم فوٹوز میں اتنے دلچسپ نہیں لگ رہے تھے جتنے یہ لگ رہے ہیں۔''

''دلچسپ زخم۔ یہ دلچسپ زخم کیا ہوتے ہیں؟ اف۔''

نرس اس کے زخموں پہ کوئی مائع ڈال رہی تھی۔ جلد جلنے لگی تو اس نے کراہ کے آنکھیں بند کیں۔

''ہم نے ان تصاویر کی ڈیل موہد سے کی ہے۔ تم جانتے ہو موہد اس وقت کا سب سے بڑا پرائم ٹائم اینکر ہے۔ اس کا چینل سب سے پہلے تمہاری یہ لہولہان تصاویر نشر کرے گا اور ابھی آدھے گھنٹے میں وہ تمہارا انٹرویو کرنے آ رہا ہے۔ سائمن نے تمہیں گھائل کر کے تمہیں مزید مشہور بنا دیا ہے۔ اب تم چھوٹے موٹے چینلز کو انٹرویو نہیں دو گے۔ ان انٹرویوز اور تصاویر سے تم بہت سے پیسے کمانے جا رہے ہو۔ سلیبرٹی بننے کا وقت آ گیا ہے ایڈم۔''

اس نے درد کو ضبط کرتے ہوئے آنکھیں چندھیائے تالیہ کو دیکھا۔ نرس تیزی سے اب اس کی پٹی کر رہی تھی۔

''تو ہم..... آ وچ..... (دانت کچکچائے) ہم اس چیز کو ہانگ کانگ پیپرز اور دوری نگارہ ملایو کی مزید تشہیر کے لیے استعمال کرنے جا رہے ہیں؟'' بات سمجھ میں آنے لگی مگر غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

''آج کے دور میں سب سے مشکل کام ساری قوم کی توجہ لینا ہے اور وہ تم اب لے چکے ہو۔ تمہاری کتاب کی ریلیز کا یہی مناسب وقت ہے۔''

''مگر ابھی تو وہ میں نے صرف آدھی لکھی ہے۔''

''ہم اس کا حل نکال لیں گے ایڈم۔'' سبز ہڈ والی لڑکی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اور تمہیں کیوں لگا کہ میں تمہیں چھوڑ کے چلی جاؤں گی' ہوں؟ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے' یہی کہا تھا نا تم نے فون پہ۔''

ایڈم نے خفیف سا ہو کے نظریں چرائیں۔ ''وہ تو یونہی ایک محاورہ.....''

''اوہ۔ یہ محاورہ بولا تھا ایڈم نے؟'' داتن جو اپنے فون پہ لگی تھی' سر اٹھا کے حیرت سے پوچھنے لگی۔ وہ دونوں رخ موڑ کے اسے دیکھنے لگے۔

''اوہ ہیرو... اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ خونی رشتے دوستیوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اصل محاورہ کبھی نہیں پڑھا تم نے؟

The Blood of the covenant is thicker than the water of the womb.

یعنی جنگ میں بہایا گیا خون سپاہیوں کو رحم (ماں کی کوکھ) کے پانی سے زیادہ گاڑھے اور مضبوط bond میں باندھ دیتا ہے۔ بعض دوستوں سے تعلق خونی رشتوں سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ تم کتابیں نہیں پڑھتے کیا؟''

وہ اسے بس دیکھ کے رہ گیا۔ پھر تھوک نگلا۔ حلق میں نمی سی پھنس گئی تھی۔ نظریں جھکالیں۔

''آپ کے اپنے مسئلے زیادہ بڑے تھے' مجھے سمجھنا چاہیے تھا۔''

مگر تالیہ نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ مجھے تمہارا انٹرویو دیکھنا چاہیے تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرا دیا۔ ''آپ نے دیر سے دیکھا مگر دیکھ لیا۔ یہی بہت ہے۔'' پھر مسکراہٹ سمٹی۔ ''ایک منٹ.... آپ نے وہ دیکھا بھی ہے یا.....اوہ خدایا.....آپ نے ابھی تک وہ نہیں دیکھا؟ ایک تیس منٹ کی وڈیو نہیں دیکھی گئی آپ سے؟''

وہ غصے سے بولا تو تالیہ نے سستی سے کندھے اچکائے۔

''اچھا بھئی۔ دیکھ لوں گی تمہارا بورنگ انٹرویو۔ فی الوقت تم موبد کے انٹرویو پوائنٹس پر غور کرو۔''

مگر ایڈم نے خفگی سے چہرہ داتن کی طرف پھیرا جو ان دونوں سے دور کھڑی اپنے فون پہ ایڈم کی

تصاویر موہد کو بھیج رہی تھی۔

''آپ نے دیکھا انٹرویو؟''

داتن نے عینک کے اوپر سے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا۔

''ایں؟ میں نے بھی دیکھنا تھا؟'' وہ الٹا حیران ہوئی۔

پٹیوں میں جکڑا ایڈم دانت پیس کے رہ گیا۔ جواب بہت سارے آئے مگر اس نے گہری سانس لی اور تالیہ کو دیکھا۔

''موہد کا انٹرویو مجھے فلاپ کر دے گا۔ جیسے سائمن میرا ہینڈل شیئر کرنے کے بعد اخلاقی طور پہ مجھے بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا تھا' اسی طرح اسے اپنا بھائی کہنے کے بعد میں اگر اس پر اس حملے کا الزام لگاؤں اور کہوں کہ ایک سنیئر صحافی مجھ سے جیلس ہو گیا تو جانتی ہیں لوگ مجھ پہ تھوکیں گے۔ اور سائمن.....وہ افسوس سے چچ چچ کر کے کہے گا کہ یہ کل کا بچہ جس کو میں نے اتنا سپورٹ کیا' اس کو چانسز دلوائے' شہرت کی ہوس میں مبتلا اپنے استاد کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ اف بے تالیہ.....میں سائمن پہ الزام لگا کے بالکل ہی زیرو ہو جاؤں گا۔''

تالیہ اور داتن نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایڈم کو۔

''کس نے کہا کہ ہم سائمن پہ الزام لگانے جا رہے ہیں؟''

☆☆=========☆☆

بی این کے آفس کا یہ فلور نچلے فلور سے مختلف اور خاموش سا تھا۔ چونکہ چیئرمین سیکرٹریٹ بھی اسی منزل کا حصہ تھا' اسی لیے اس کی لابی اور راہ داریوں کو گہرے رنگوں میں آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں پارٹی کے مرکزی عہدیداروں کے آفس تھے اور عام کارکن اس فلور پر کم کم ہی پائے جاتے تھے۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوا۔ ریسپشنسٹ نے سر اٹھا کر دیکھا تو لفٹ سے

فاتح اور ہشام جرجیس باہر نکلتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہشام دراز قد اور سانولی رنگت کا حامل اکھڑے اکھڑے تاثرات والا آدمی تھا۔ ماتھے پہ سلوٹیں تھیں اور وہ فاتح کے ساتھ چلتے ہوئے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''کم از کم آپ کمشنر سے تو بات کر سکتے ہیں۔ وہ کسی کی نہیں سنتا لیکن آپ کا وہ دوست ہے۔''

ریسپشنسٹ واپس کام پر لگ گئی البتہ کان وہیں لگے تھے۔

وان فاتح ہاتھ میں رول شدہ کاغذ پکڑے بھنویں بھینچے ہشام کے ساتھ راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ سیاہ سوٹ ٹائی میں ملبوس' ہر روز کی طرح تازہ دم اور نکھرے وجود والا چیئر مین آج شدید برہم لگتا تھا۔

''ہشام..... میری بات آخری دفعہ سن لو۔ تمھارے بیٹے کا کیس DUI کا ہے۔ (نشے کی حالت میں ڈرائیونگ) اور شکر کرو کہ اس نے کسی کو مارا نہیں ہے۔ چند دن بعد وہ جیل سے باہر آجائے گا۔ اُس کو اپنے عمل کی سزا کاٹنے دو۔''

''یہ سب پراپیگنڈہ ہے میرے خلاف۔ وہ نشے میں نہیں تھا اور اس کیس کو ہماری ساکھ کو خراب کرنے کے لیے.....''

''ہشام!'' وہ رکا اور اس کی طرف چہرہ موڑا۔ اب وہ دونوں لابی کے کنارے پہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔ کمپیوٹر پہ جھکی ریسپشنسٹ کے کان اسی طرف لگے تھے۔

''تم اب بی این کا حصہ ہو اور ہمارے ہاں کچھ اصول ہوتے ہیں۔ تمھارے پچھلے اعمال کا ذمہ دار میں نہیں ہوں لیکن اس پارٹی میں ہونے کی وجہ سے تم کوئی 'سفارش' کوئی عہدے کا ناجائز استعمال نہیں کرو گے۔'' ہشام نے جواباً ضبط سے دانت جمائے۔

''میں جب اس پارٹی میں آیا تھا تو کچھ شرائط کے ساتھ آیا تھا۔''

''اور ان میں اختیارات کے ناجائز استعمال کی کوئی شرط نہیں تھی۔ سی یو ایٹ دی ویڈنگ۔'' دوٹوک

انداز میں اس کو بتا کے وہ مڑا اور راہداری میں آگے بڑھ گیا۔ ہشام صبر کے گھونٹ بھر کے اسے دیکھتا رہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ ریسپشنسٹ کے لبوں پہ دبی دبی مسکراہٹ ابھری۔

فاتح بُرے موڈ کے ساتھ آفس کے اندر آیا تو سامنے کاؤچ پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے آرام دہ انداز میں اشعر کو بیٹھے پایا۔ اسے دیکھ کے اشعر مسکرا کر بولا۔

''سلام آبنگ۔''

''اچھی مصیبت گلے ڈالی ہے تم نے میرے۔ ہر روز ہشام کا نیا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔'' وہ ناگواری سے کہتا اپنی کرسی تک آیا' رول شدہ کاغذ میز پہ رکھا اور کوٹ اتارنے لگا۔ ماتھے پہ ہنوز بل پڑے تھے۔

''ہشام جیسے کو میں بہت کوشش اور منت سے لایا ہوں' آبنگ۔ وہ ہمیں فائدہ دے گا۔'' جواب میں فاتح نے آنکھیں اٹھا کر اسے گھورا' سر جھٹک کر کوٹ اسٹینڈ پہ لٹکایا اور کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''آپ نے اس لڑکے کا انٹرویو سنا؟'' اشعر نے آفس کی دیوار پہ لگی ٹی وی اسکرین کی طرف اشارہ کیا جو میوٹ تھی اور اس پر خبریں چل رہی تھیں۔ فاتح نے عینک لگا کے کاغذ کھول لیے۔ اسکرین کو دیکھا تک نہیں۔

'ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس پہ صوفیہ رحمٰن نے حملہ کروایا ہے۔ میں نے آتے ہوئے کار میں سنا تھا۔'' اب وہ کاغذات پڑھ رہا تھا۔ اشعر آفس کی دیوار سے لگے کاؤچ پہ بیٹھا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے بیٹھا رہا 'پھر کھنکھارا۔

''ہمیں پراسیکیوٹر احمد نظام سے تعاون کرنا چاہیے۔'' سرسری انداز میں بات شروع کی ہی تھی کہ فاتح نے عینک کے اوپر سے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

''یعنی ہمیں اپنی ہی پارٹی ورکر کو بیچ دینا چاہیے؟''

''آبنگ ..... وہ لڑکی کرمنل ہے۔'' وہ ناپسندیدگی سے کہنے لگا۔ ''میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ

اندر سے ایسی نکلے گی۔"

"تم تو اس کے مداح تھے۔" اس نے عینک اتاری اور بیزاری سے کاغذ پرے کرتے ہوئے ٹیک لگائی۔ ایش پہ جمی آنکھوں میں افسوس تھا۔

"تب میں اس کو کوئی خاندانی عورت سمجھتا تھا۔ مگر اس کی حقیقت جان لینے کے بعد....." اشعر نے پورے عزم سے سر نفی میں ہلایا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہمارے موقف میں اس کے لیے کوئی نرمی ہو۔ اگر ہم تالیہ سے لاتعلق نہیں ہوئے تو ہم بُری طرح بدنام ہوں گے۔"

"مگر ہشام سے ہاتھ ملا کے ہم نے سروائیو کرلیا ہے۔"

ایش چپ ہوگیا۔ آفس میں مدھم روشنی تھی جس کو گہرے رنگوں کے بلائنڈز اور پینٹ نے مزید مدھم کر رکھا تھا۔ ایسے میں پاور چیئر پہ ٹیک لگائے انگلیوں میں قلم گھماتا فاتح اسے ملامتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"انسان اپنے honour کے لیے جیتا ہے ایش۔ اگر ہم اتنا گراہوا کام کریں گے تو ہم کیسے انسان ہوئے؟"

"آپ جانتے ہیں اس نے ذرا سی بات پہ میری گردن پہ خنجر رکھا تھا۔ یہ ارادہِ قتل کے برابر ہوتا ہے۔"

"سیریئسلی؟" وہ پتہ نہیں کیوں مسکرایا۔ ایک دم سے ہشام اور اشعر کی باتوں کی ساری تلخی زائل ہوگئی۔ "اس نے تمہاری گردن پہ خنجر رکھا تو تم نے کیا کیا؟"

"عورت تھی۔ ہاتھ تو نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

جواباً اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔ "بالکل۔" طنز سے بولا تو اشعر کا چہرہ سرخ ہوا۔

"آبنگ..... ہمیں خود کو اس سے اعلانیہ طور پہ الگ کرنا ہوگا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہماری ورکر رہی ہے۔ اس کی سروسز ہیں پارٹی کے لیے۔ تم بھول گئے

ہو اس نے کیمپئین کے دنوں میں کتنا کام کیا تھا۔"

"اس نے اکیلے نہیں کیا تھا۔ میں ہر کام میں برابر کا شریک تھا۔"

"اور تمہیں واپس کون لایا تھا؟"

اشعر نے لب بھینچ لیے پھر دانت کچکچا کے بولا۔

"آپ کی کسی دوسری عورت کے لیے اتنی طرفداری اچھے نتائج نہیں لائے گی' آبنگ۔"

"تم اس کی فکر مت کرو اور ایک پریس ارینج کرو۔ اس وقت میری طرفداری کی ضرورت ایڈم بن محمد کو ہے۔"

اشعر نے بے زاری سے ابرو اچکائے۔ "مگر ہمیں کیا معلوم کہ وہ سچ بول رہا ہے یا....."

"ہمیں اس کو سچا نہیں کہنا۔ صرف اس کی حمایت کرنی ہے۔" تحکم سے کہہ کر وہ عینک واپس لگاتے ہوئے اپنے کاغذات کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اشعر نے گہری سانس لی۔ وہ عصرہ کی باتیں سننے کے بعد اس لڑکی کے سایے سے بھی بچنا چاہتا تھا مگر وان فاتح پروں پر پانی بھی نہیں پڑنے دے رہا تھا۔

"مجھے ایڈم کا بیان سن کے بہت افسوس ہوا۔" تقریباً گھنٹے بھر بعد اسی تکون عمارت کے سامنے سڑک پہ فاتح اپنے ہم عصروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کے سامنے چند رپورٹرز مائیک لیے کھڑے تھے اور ان کے کیمروں میں دیکھتے ہوئے وہ بہت افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"وہ بڑا قابل لڑکا تھا اور اگر ان نے صوفیہ رحمٰن کی آف شور کمپنیز کا سراغ لگا لیا تھا تو صوفیہ اس کی تردید کر دیتیں۔ یا اس کو کورٹ لے جاتیں۔ یوں اس کو پٹوانا..... چچ چچ ...... بڑا ظلم ہے یہ۔ مجھے صرف اس لڑکے کی ایک بات پسند نہیں تھی کہ اس نے مجھے نہیں صوفیہ کو ووٹ دیا تھا۔"

ہجوم کا قہقہہ بے ساختہ گونجا۔ وہ اسی طرح مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ ساتھ روبوٹس کی طرح کھڑے سیاستدان بھی مسکرا رہے تھے۔

''امید ہے اب ایڈم کو سبق مل گیا ہوگا۔ اور اس واقعے کے بعد صوفیہ رحمٰن کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔ وہ مزید اس عہدے کی اہل نہیں رہیں۔ نہ ان میں کوئی سچائی ہے نہ اخلاقیات۔ وہ اب ہماری وزیراعظم نہیں رہیں۔''

اور ہاتھ بلند کر کے الوداع کہتے ہوئے وہ ہجوم میں آگے بڑھ گیا۔ اس کے ہم عصر اور سیکیورٹی ٹیم بھی فوراً اس کے لیے راستہ بناتی آگے بڑھ گئی۔ ہشام جرجیس بھی ان میں سے ایک تھا۔ اور چہرے پہ جبراً مسکراہٹ سجائے اس کے ساتھ چلتا جا رہا تھا۔ طاقت کے اس منبع سے وہ اب کسی صورت الگ ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆==========☆☆

باریسن نیشنل کے ایک سرکردہ رہنما کی بیٹی کی شادی کا فنکشن ایک ہوٹل کے وسیع وعریض ٹیرس پر منعقد کیا گیا تھا۔ اس ٹیرس پر گولف کورس بنا تھا مگر اس وقت وہ گھاس سے ڈھکا میدان جگہ جگہ سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ دور دور تک کرسیاں میزیں رکھی تھیں اور مہمان اپنے گلاس تھامے خوش گپیاں کرتے ان کے درمیان ٹہل رہے تھے۔ شام کے آسمان کا رنگ گہرا ہو رہا تھا اور اس پہ تیرتے سفید بادل یوں نظر آتے تھے گویا جامنی گھاس پہ اجلے اجلے سے بھیڑ کے بچے چر رہے ہوں۔ وہ اس وقت گردن اٹھائے حسرت سے ان بادلوں کے سفر کو دیکھ رہی تھی۔ سیاہ ساڑھی میں ملبوس' بالوں کو جوڑے میں باندھے' اور بانہوں میں سلور چوڑیاں پہنے' اس کا حسن آج پراسرار لگ رہا تھا۔

دفعتاً شاہی مورخ اس کے قریب کھنکھارا۔

''آپ مجھے اس پارٹی میں اپنے ساتھ کیوں لائی ہیں' چے تالیہ؟''

تالیہ نے نظریں پھیر کے ساتھ کھڑے ایڈم کو دیکھا۔ وہ سامنے سے کھلے سیاہ کوٹ میں ملبوس تھا اور اندر گول گلے والی گرے شرٹ پہن رکھی تھی۔ بال موز سے ایک طرف کو جما رکھے اور ہلکی بڑھی شیو اچھی

لگتی تھی۔ سب سے زیادہ قابل توجہ چیز اس کے بازو پہ پہنی آرم سلنگ تھی جس کی پٹی گردن کے گرد بندھی تھی۔ بازو کے پلستر پہ مختلف لکھائیوں اور روشنائیوں میں دستخط کیے گئے تھے۔ وہ جہاں جاتا تھا' لوگ اس سے اظہارِ یکجہتی کے لئے دستخط کر دیتے تھے۔ ایڈم بن محمد اب ایک سیلیبرٹی بن چکا تھا۔

''میں تمہیں اس لیے لائی ہوں یہاں کیونکہ فردوس صاحب نے بی این کے نئے پرانے بہت سے عہدیداروں کو بلایا ہے اور ایسی پارٹیز میں تم داتن کے ساتھ جاتے رہے ہوتا کہ تمہارا ایکسپوژر بڑھے۔''

ایڈم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔''

''ظاہر ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میں تمہیں اس لئے لائی ہوں تا کہ ان کے سامنے میں اکیلی نہ ہوں۔''

ابرو سے دور مہمانوں کے جھرمٹ میں کھڑے تین لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو اردگرد لوگوں کی توجہ گھیرے ہوئے تھے۔ اشعر ہمیشہ کی طرح مصنوعی مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔ عصرہ کندھوں پہ چمکدار اسٹول لپیٹے' دونوں ہاتھوں میں سامنے کلچ پکڑے' پیروں تک آتا زمرد لباس پہنے ہوئے تھی۔ بوہ مسکرا کے سامنے والے کی بات سن رہی تھی۔ نظر گاہے بگاہے دور کھڑی تالیہ کی طرف بھی اٹھ جاتی۔

اس کے پہلو میں کھڑے فاتح نے ابھی تک تالیہ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کا وجیہہ چہرہ ہمیشہ کی طرح پرسکون اور مسکرا رہا تھا۔ ابرو اچکاتے ہوئے اس وقت وہ سامنے کھڑے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

''صوفیہ رحمٰن کو استعفٰی اس لیے نہیں دینا چاہیے کہ ان کی کرپشن سے بنائی بے نامی جائیداد پکڑی گئی ہے۔ بلکہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے کہ ان کی کوئی غیر ظاہر شدہ جائیداد نہیں ہے۔'' وہاں لوگ تائید میں سر ہلانے لگے۔

''اور محترمہ نے یہ جھوٹ پارلیمان کے فلور پہ کھڑے ہو کے بولا ہے۔ یا اللہ۔'' وہ ماتھے کو چھو کے

مصنوعی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"پارلیمان اور عدالت..... یہ وہ دو مقدس جگہیں ہیں جہاں جھوٹ بولنا سنگین جرم ہے۔ آپ ٹی وی شو میں جھوٹ بول سکتے ہیں' آپ گھر میں اپنی بیوی کی جھوٹی تعریف کر سکتے ہیں۔ (ساتھ کھڑی عصرہ کی طرف اشارہ کیا تو عصرہ سمیت سب ہنس پڑے) مگر جب آپ پارلیمان یا عدالت میں بطور گواہ جھوٹ بولتے ہیں تو یہ perjury کہلاتا ہے۔ صوفیہ رحمٰن اس جرم کی مرتکب ہوئی ہیں۔ جھوٹے کا جھوٹ پکڑا جائے تو اس کو منہ چھپا لینا چاہیے، اور یہ ابھی تک کرسی پہ بیٹھی ہیں؟ ان کو عزت سے استعفیٰ دے کر الگ ہو جانا چاہیے۔"

بات کرتے ہوئے اس کی نگاہ دور کھڑی سیاہ ساڑھی والی لڑکی پہ پڑی۔ وہ ادھر ہی دیکھ رہی تھی۔ نگاہ ملی تو گردن موڑ کر ساتھ کھڑے نوجوان سے بات کرنے لگی۔

فاتح نے چند لمحوں میں بات سمیٹی اور پھر عصرہ کے ہمراہ دوسرے مہمانوں کی طرف بڑھ گیا۔ کنکھیوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری اور لوگوں کا ہجوم بکھر گیا۔ عصرہ اور وہ چند میزوں کے درمیان سے گزر کے ایک جوڑے کے ساتھ کھڑے ہو کے بات کرنے لگے۔ عصرہ ان سے مسکرا کے بات کر رہی تھی جب اس نے محسوس کیا کہ فاتح اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ چونکنے کی عمر سے آگے نکل چکی تھی۔ بس نامحسوس انداز میں ادھر ادھر نظریں گھمائیں۔

وہ سیاہ ساڑھی والی لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"تاشہ....." وہ گلاس اٹھائے اس کے قریب آیا تو تالیہ نے بظاہر مسکرا کے اسے دیکھا اور سر کو خم دیا۔

"چیئرمین صاحب۔"

(اس نے ایڈم کو نامحسوس طریقے سے وہاں سے ہٹتے دیکھا۔)

"تمہیں عرصے بعد بی این کی کسی پارٹی پہ دیکھا ہے۔" وہ اسے دیکھ کے دل سے خوش ہوا تھا۔

''مگر یہ بی این کی پارٹی نہیں ہے۔ یہ تو شادی کی تقریب ہے۔'' شہزادی نے بے پرواہی سے ادھر ادھر دیکھا۔

''ایک ہی بات ہے۔'' نیلے کوٹ والے وجیہہ مرد نے شانے اچکائے۔ پھر دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

''کیا کر رہی ہو آج کل؟''

''کام!''

وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

اوپر آسمان سیاہ ہو چکا تھا اور بھیڑ کے سفید بچے اب سرمئی ہو کے چھپ سے گئے تھے۔

''تمہاری ایک تنخواہ ادھار ہے مجھ پہ۔''

''میں نے اپنے سارے واجبات وصول کر لیے تھے' فاتح صاحب۔''

''مگر اشعر سے میری فائل واپس چرانے کی فیس نہیں لی تھی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولا۔ ''تم نے کہا تھا کہ سیاستدانوں سے پیسے نہیں' فیور مانگے جاتے ہیں' حالم!''

آسمان پہ زور سے آتشبازی ہوئی۔ فاتح کے پیچھے اسے سیاہ افق پہ انگارے فضا میں جا کے پھٹتے دکھائی دیے۔ پل بھر کو سارا آسمان روشن ہو گیا۔

''اور آپ نے کہا تھا' کبھی مجھ سے ملنے آؤ' حالم۔''

فاتح کی آتشبازی کی طرف پشت تھی' سو اسے اس غزال کی سیاہ آنکھوں میں انگاروں کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ لمحے بھر کے لیے وہ اردگرد سب کو بھلا چکا تھا۔ وہاں صرف تالیہ تھی اور اس کی آنکھوں میں تیرتے ستارے.........

''تم اچھی لڑکی ہو' تالیہ۔'' وہ بہت اپنائیت سے بولا۔ کیا تھا ان دونوں کے درمیان جو اسے بار بار

اس کی طرف کھینچتا تھا؟

"مجھے معلوم ہے' تو انکو۔" اس نے بہت سے آنسو اندر ہی اندر نگل لیے۔

اس نے جنگل میں اسے تالیہ تب کہنا شروع کیا تھا جب اس کی حقیقت جان لی تھی۔ پھر جب یادداشت چلی گئی تو دوبارہ سے تاشہ کہنے لگا۔ عجیب آدمی تھا۔ جب اپنا نام تالیہ بتایا' تو تاشہ کہتا تھا' اور جب حالم بتایا اور وقت نے شہزادی تاشہ بنا دیا تو وہ اسے تالیہ کہنے لگا۔

"بی کیئرفل۔ وہ پراسیکیوٹر بہت بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا۔" وہ اب دھیمی آواز میں اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔

"مثلاً؟" وہ بے خوفی سے مسکرائی۔

"یہی کہ تم نے کوئی غلطی' کوئی بے ضابطگی چھوڑی ہے۔"

وہ مسکرا دی۔ "حالم loop holes نہیں چھوڑا کرتی۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

وہ دونوں گھاس پہ آمنے سامنے کھڑے تھے اور مسلسل ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم تم نے کیا کیا ہے' مگر یہ لوگ....."

"کون لوگ؟ صوفیہ رحمٰن؟ اونہوں۔ آپ کی بیوی اور اشعر نے عثمان کے ذریعے صوفیہ رحمٰن کو پیغام پہنچایا تھا کہ وہ میرے اوپر کیس کھلوائے تاکہ میں رسوا ہو کے جاب سے نکال دی جاؤں۔"

فضا میں مسلسل آتشبازی ہو رہی تھی۔ ایک ستارہ سا آسمان تک جاتا اور 'دل' کی صورت میں انگارے پھٹ کے آسمان پہ بکھر جاتے۔ سارے مہمان ستائشی نظروں سے اوپر دیکھ رہے تھے۔

صرف وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مجھے یہی شک تھا۔" وہ اس بات پہ حیران نہیں ہوا۔ بس سنجیدگی سے سر جھٹکا۔ وہ جانتی تھی وہ ان دونوں کو کچھ نہیں کہے گا۔ وہ ان دونوں سے تالیہ کی وجہ سے تعلقات خراب نہیں کرے گا۔

''اسی لیے میں نے ایش کی گردن پہ خنجر رکھا تھا۔ کیا اس نے بتایا نہیں؟'' وہ مسکرائی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

''میں ان کی طرف سے تم سے معذرت کرتا ہوں۔ ہماری پارٹی اور آفس ہمیشہ تمہارا ساتھ دے گا۔''

تالیہ نے محض سر ہلا دیا۔ فاتح نے ذرا کی ذرا نظریں پھیر کے دور کھڑے ہشام کو دیکھا جو اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا گردن اٹھائے آتشبازی دیکھ رہا تھا۔

''جہاں تک ہشام کو پارٹی میں لینے کا سوال ہے تو......''

''آپ کوئی وضاحت مت دیں۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کے روک دیا۔ ''وہ آپ کی مجبوری ہے۔ ہشام جیسے لوگ اس معاشرے کی حقیقت ہیں۔ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ان جیسوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے مگر اس کی قیمت بھی ہوتی ہے اور وہ آپ چکائیں گے۔ مگر حکومت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ آئی ایم سوری میں نے اس دن اتنا کچھ بول دیا اور اتنی بدتمیزی کی۔ میں بس آئیڈیلزم کا شکار تھی۔ مگر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ مجھے اپنے لیڈر کو رول ماڈل نہیں بنانا تھا۔''

''تو کس کو بنانا تھا؟'' وہ برجستہ بولا تو وہ مسکرا دی۔

''میری رول ماڈل صرف ایک ہونی چاہیے تو انکو۔ اور وہ ہے آج سے دس سال بعد کی تالیہ مراد۔ وہ مضبوط عورت جو مجھے بننا ہے۔ خوابوں کی تعبیر پا لینے والی مگر کمزور نہ پڑنے والی عورت۔''

وہ ہلکا سا مسکرایا۔ ''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم حالم ہو؟''

''بتایا تو تھا۔ جب ہم تینوں جنگل میں تھے۔ کٹے ہوئے تنے کے اوپر بیٹھے ہوئے میں نے ساری داستان آپ کو سنائی تھی۔ یہ بھی کہ آپ کی فائل عصرہ نے چرائی تھی۔ میری سالگرہ سے چار دن پہلے۔ یاد ہے؟ اور جب میری سالگرہ کا دن آیا تو آپ نے کہا تھا Make a wish اور میں نے کہا تھا کہ مجھے چاکلیٹ کھانی ہے۔ آپ میرے لیے اسی خنجر سے کوکو پھل کاٹ کے لائے تھے جس کو میں نے اشعر کی گردن پہ رکھا تھا۔ مگر ملاکہ میں گزاری اس ایک رات کو آپ بھول گئے ہیں' تو انکو۔ اس رات بہت کچھ